جلد ۲۰ شمارہ ۲

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

تبلیغ ۱۳۵۸ ھش

فروری ۱۹۷۹ء

ایڈیٹر

سید عبدالحی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

آل عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

○ تبلیغ ۔۔۔ ۱۳۵۸ ہش

○ ربیع الاول ۔۔۔ ۱۳۹۹ھ

○ فروری ۔۔۔ ۱۹۷۹ء

ایڈیٹر

سیّد عبد الحی

قیمت سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دس روپے

فی پرچہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک روپیہ

فہرست مضامین

• پیشگوئی مصلح موعود کا پس منظر ۔ اداریہ ۔۔۔ ۲

• کلمات طیبات ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔۔۔ ۵

• عربی منظوم کلام ” ” ” ” ۔۔۔ ۶

• فارسی منظوم کلام ” ” ” ” ۔۔۔ ۷

• عہدیداران مجلس انصار اللہ مرکزیہ ۔۔۔ ۸

• ۳۱۳ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر ۔۔۔ ۹

• ذکر حبیب ۔ مکرم حکیم دین صاحب ربوہ ۔۔۔ ۱۳

• ایلی ایلی لما سبقتانی ۔ مکرم شیخ عبد القادر صاحب ۔۔۔ ۱۵

• میدانِ جنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کا خلق عظیم ۔ مکرم پروفیسر سعود احمد خان صاحب ایم۔ اے ۔۔۔ ۲۰

• انواع حافظ برخوردار
مکرم عبد الحمید صاحب آصف ایم۔ اے ۔۔۔ ۲۸

• نزولِ مسیح اور ظہور امام مہدی ۔ سیّد عبد الحی ۔۔۔ ۳۱

• حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے
مکرم اخوند فیاض احمد صاحب ۔۔۔ ۳۶

• جنگلات کی اہمیت
مکرم غلام احمد صاحب عطاء ۔۔۔ ۴۳

• چند نئی تصانیف ۔۔۔ ۴۸

پبلشر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چوہدری محمد ابراہیم

مطبع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت ۔ ۔ ۔ ۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۲	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ ۲
	تبلیغ ۱۳۵۸ ہش	

پیشگوئی مصلح موعود کا پس منظر

۱- یہ قریباً ۱۸۷۹ء کا زمانہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ کی اشاعت سے پہلے ایک خط اردو اور انگریزی میں چھپوا کر ہندوستان اور ہندوستان سے باہر کی اہم غیر مسلم مذہبی شخصیتوں کو بھیجا۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

"اصل مدعا خط ہذا کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں یہ ہے کہ دینِ حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے۔ صرف اسلام ہے۔ اور کتابِ حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے۔ صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشین گوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے۔ جس کو طالبِ صادق اس خاکسار (مؤلف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعائنہ چشم تصدیق کر سکتا ہے۔ آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالبِ صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں۔ اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا مشاہدہ کرلیں۔" (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص۲۱)

۲- اور ۱۸۸۵ء میں جبکہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم کی اشاعت پر ایک سال ہی گزرا تھا۔ قادیان کے چند شریف النفس ہندوؤں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا۔

"بعد ما وجب بکمال ادب عرض کی جاتی ہے کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالبِ صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آکر قادیان میں ٹھہرے تو خدا تعالیٰ اس کو بیشک ایسے نشان در بارہ اثبات حقیت اسلام ضرور دکھائے گا۔ جو طاقتِ انسانی سے بالاتر ہوں۔ سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہم شہری ہیں لنڈن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حقدار ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم طالبِ صادق ہیں ...... اگر ہم لوگ کوئی آپ

کا نشان دیکھ لیں گے تو اگر ہدایت پانے کے لئے توفیق ایزدی ہمارے شامل حال نہ ہوئی تو ہم آپ سے
وعدہ کرتے ہیں۔ اور پرمیشر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس قدر تو ہم ضرور کریں گے کہ آپ کے ان نشانوں کو
جو ہم بچشم خود مشاہدہ کرلیں گے چند اخباروں کے ذریعہ سے بطور گواہ رویت شائع کرادیں گے۔۔۔۔ لہٰذا
ہم ایک سال تک عندالضرورت آپ کے مکان پر حاضر ہوکر ہر ایک قسم کی پیشگوئی وغیرہ پر دستخط بقید تاریخ
وروز کر دیا کریں گے۔۔۔۔ اور سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ وہ ابتدائے ستمبر
۱۸۸۵ء سے شمار کیا جائے گا۔ جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہوجائے گا۔“

۳۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان ہندوؤں کو لکھا۔

” بعد ما وجب! آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کی درخواست کی ہے
مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف و حق جوئی پر مبنی ہے۔ اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے
اس کو لکھا ہے۔ اس لئے بہ تمام تر شکر گزاری اس مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں۔ اور آپ سے عہد کرتا
ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے
قادر مطلق جل شانہ کی تائید و نصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی
طاقت سے بالا ہو۔۔۔۔“

اے قادر مطلق کریم و رحیم ہم میں اور ان میں سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور کوئی
نہیں جو بجز تیرے فیصلہ کرسکے۔ آمین ثم آمین۔

اس خط و کتابت کے طے پانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حضور انتہائی یکسوئی۔ تضرع
اور ابتہال سے دعائیں مانگنی شروع کیں کہ وہ اپنی جناب سے آپ کے ہاتھ پر اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی صداقت کی تائید میں عظیم الشان نشان ظاہر فرمائے۔ آپ نے اس مقصد کے لئے ہوشیارپور کا سفر بھی
اختیار فرمایا۔ جہاں آپ نے چالیس دن تنہائی میں خدا تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی۔ اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم
ہوگا۔ نیک نیتی اور سچے دل سے نکلی ہوئی یہ دعائیں بالآخر جناب الٰہی میں قبول ہوئیں

۴۔ یکم مارچ ۱۸۸۶ء کو حضور نے اخبار ریاض ہند امرتسر میں ضمیمہ کے طور پر ایک اشتہار اپنی کتاب ”سراج منیر“
کے متعلق شائع کرایا۔ جس میں آپ نے فرمایا۔

” یہ رسالہ اس احقر مؤلف براہین احمدیہ نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ تا منکرین حقیت اسلام و
مکذبین رسالت حضرت خیر الانام علیہ وآلہ الف الف سلام کی آنکھوں کے آگے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ
رکھا جائے جس کی ہر سمت سے گوہر آبدار کی طرح روشنی نکل رہی ہے۔ اور بڑی بڑی پیشگوئیوں پر جو

وقوع میں نہیں آئیں مشتہر ہے۔ چنانچہ خود خداوند کریم جلشانہ وعزاسمہ نے جس کو پوشیدہ بھیدوں کی خبر ہے اس ناکارہ کو بعض اسرار مخفیہ واخبار غیبیہ پر مطلع کر کے بارِ عظیم سے سبکدوش فرمایا۔ حقیقت میں اسی کا فضل ہے۔ اور اسی کا کام جس نے چاروں طرف کشاکش مخالفوں اور موافقوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۹۵)

اس اشتہار میں آپ نے بطور نمونہ وہ پیشگوئی شائع فرمائی جو پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے مشہور ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔"

نشان نمائی کے لئے مقررہ وقت یعنی ایک سال میں سے ابھی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ حسب وعدہ یہ عظیم الشان پیشگوئی اور اس کے ساتھ بعض دوسری پیشگوئیاں شائع کر دی گئیں۔

اس پس منظر کی روشنی میں پیشگوئی مصلح موعود کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے کیونکہ اگر یہ پیشگوئی پوری ہو جائے جیسا کہ وہ اپنے وقت پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے وجود میں پوری ہوئی) تو یہ اس نشان نمائی کے وعدہ کا ایفاء ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام دنیا کے سامنے براہین احمدیہ کی اشاعت سے پہلے کیا تھا۔ اور جس کا مقصد یہ تھا کہ ثابت ہو کہ

"دینِ حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے۔ اور کتابِ حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔"

اسی پس منظر کے تسلسل میں اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود میں فرمایا:۔

"تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو — اور — تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

(کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام)

نفسِ مطمئنّہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" مَیں نے بعض آدمیوں کو دیکھا اور اکثروں کے حالات پڑھے ہیں جو دنیا میں مال و دولت اور دنیا کی جھوٹی لذتیں اور ہر ایک قسم کی نعمتیں اولاد احفاد رکھتے تھے۔ جب مرنے لگے۔ اور ان کو اس دنیا کے چھوڑے جانے اور ساتھ ہی ان اشیاء سے الگ ہونے اور دوسرے عالم میں جانے کا علم ہُوا۔ تو ان پر حسرتوں اور بے جا آرزوؤں کی آگ بھڑکی اور سرد آہیں مارنے لگے۔ پس یہ بھی ایک قسم کا جہنم ہے جو انسان کے دل کو راحت اور قرار نہیں دے سکتا بلکہ اس کو گھبراہٹ اور بے قراری کے عالم میں ڈال دیتا ہے۔ اس لئے یہ امر بھی میرے دوستوں کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہنا چاہیئے۔ کہ اکثر اوقات انسان اہل وعیال اور اموال کی محبت میں ناجائز اور بے جا محبت میں ایسا محو ہو جاتا ہے کہ اکثر اوقات اسی محبت کے جوش اور نشہ میں ایسے ناجائز کام کر گزرتا ہے۔ جو اس میں اور خدا تعالیٰ میں ایک حجاب پیدا کر دیتے ہیں۔ اور اس کے لئے ایک دوزخ تیار کر دیتے ہیں۔ اس کو اس بات کا علم نہیں ہوتا۔ جب وہ ان سب سے یکایک علیحدہ کیا جاتا ہے۔ اس گھڑی کی اسے خبر نہیں ہوتی۔ تب وہ ایک سخت بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ کسی چیز سے جب محبت ہو تو اس سے جدائی اور علیحدگی پر ایک رنج اور دردناک غم پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ مسئلہ اب منقولی ہی نہیں بلکہ معقولی رنگ رکھتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ۔ پس یہ وہی غیر اللہ کی محبت کی آگ ہے جو انسانی دل کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اور ایک حیرت ناک عذاب اور درد میں مبتلا کر دیتی ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل سچی اور یقینی بات ہے کہ نفسِ مطمئنہ کے بدوں انسان نجات نہیں پا سکتا۔"

[illegible]

- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

مدحِ سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جلالِ محمدؐ است

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدیست
ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

- میری روح اور میرا دل جمالِ محمدؐ پر فدا اور میری خاک آلِ محمدؐ کے کوچہ پر نثار ہے۔
- مَیں نے دل کی آنکھ سے دیکھا اور عقل کے کان سے سنا۔ ہر جگہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جلال کا ہی شہرہ ہے۔
- (معارف کا) یہ چشمۂ رواں جو مَیں خلقِ خدا کو دے رہا ہوں۔ محمدؐ کے بحرِ کمالات کا محض ایک قطرہ ہے۔
- میرا سوزِ دروں محمدؐ کے آتشِ عشق کا ایک حصّہ ہے۔ اور میرا پانی محمدؐ کے مصفّا پانی سے لیا گیا ہے۔

[illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر

۳۱۳ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱۴۔ حضرت منشی وزیر الدین صاحب کانگڑہ

حضرت منشی صاحب موصوف ان بزرگوں میں سے تھے جو الامام المہدی اور مسیح موعود کی آمد کے کمال بے تابی سے منتظر تھے۔ چنانچہ جب براہین احمدیہ کا اشتہار ان تک پہنچا۔ تو ان کا دل باغ باغ ہوگیا اور فی الفور کتاب منگوا کر پڑھی۔ اور کتاب اور مؤلف کتاب کے دل وجان سے عاشق زار ہوگئے۔ اس کتاب میں جو چیلنج اور تحدی حقانیت اسلام کے اظہار کے لئے تمام مذاہب کو دی گئی ہے۔ اس سے ان کا دل عش عش کر اٹھا۔ آپ ہر سال تعطیلات قادیان میں آکر حضرت مسیح پاک کے زیر سایہ اور صحبت مبارکہ میں گزارتے۔ اور آپ کے انفاس قدسیہ سے حظ اٹھاتے۔ ان کے حالات زندگی سلسلہ کے لٹریچر میں مجھے نہیں ملے۔ اس لئے عاجز کی درخواست پر مکرم ماسٹر عطا محمد صاحب استاذ الجامعہ نے کچھ حالات تحریر کئے ہیں جو پیش خدمت ہیں۔ حضرت منشی وزیر الدین صاحب آپ کے رشتہ میں عم بزرگوار تھے۔ مکرم چوہدری محمد شریف صاحب سابق مبلغ بلاد عربیہ اور مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب انچارج خلافت لائبریری ربوہ آپ کے نواسے ہیں۔ (مرتب)

خاکسار کے عم بزرگوار حضرت مولوی وزیر الدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ مکیریاں ضلع ہوشیارپور کے باشندہ تھے۔ اور ورنیکلر مڈل سکول سجان پور شیرہ ضلع کانگڑہ کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم کے متعلق مجھے سوائے اس کے اور کچھ معلوم نہیں کہ رائے صاحب منشی گلاب سنگھ صاحب آپ کے آپ کے کلاس فیلو تھے۔ نارمل اور انیس دوکر نے کے بعد رائے صاحب نے سٹیشنری کی ایک چھوٹی سی دوکان کرلی۔ اور محترم چچا جان ضلع کانگڑہ کے ایک راجہ کے بچوں کو پڑھانے پر مامور ہو گئے۔ وہاں سے فراغت پر آپ کو ضلع کانگڑہ کے ڈسٹرکٹ بورڈ میں ملازمت مل گئی۔

آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد نسیم تھا جن کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے کا نام غلام محمد

اس سے چھوٹے کا نام میراں بخش۔ اور آپ سب
سے چھوٹے تھے۔ موسم گرما کی تعطیلات میں جب آپ
مکیریاں تشریف لاتے۔ تو زیادہ تر ان کی نشست و
برخاست سید غلام محمد صاحب ہیڈ ماسٹر ورنیکلر مڈل
سکول مکیریاں کے ہاں ہوتی تھی۔ اور آپ ان دونوں
شاہ صاحب سے اکثر ذکر فرماتے۔ کہ کسی آسمانی
آدمی کے آنے کے دن ہیں مگر آواز کہیں سے نہیں
آتی۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ
کا اشتہار دیا اور وہ اشتہار مکیریاں پہنچا تو شاہ
صاحب نے وہ اشتہار میرے بڑے بھائی فضل دین کو
دے دیا کہ وہ اپنے چچا جان کو بھیجدے۔ برادرم فضل الدین
صاحب شاہ صاحب کے زیر سایہ سکول میں آٹھویں جماعت
کے طالب علم تھے۔ انہوں نے وہ اشتہار فوراً بذریعہ
ڈاک سجان پور شیرہ بھیجدیا۔ اس وقت براہین کی
قیمت ۲۵ روپے تھی۔ آپ نے فوراً کتاب بذریعہ
وی پی منگوالی۔ اور پڑھنے کے بعد دل و جان سے
کتاب اور مؤلف کتاب کے عاشق زار بن گئے۔

سجان پور شیرہ میں مسلمانوں کی آبادی بہت
کم تھی۔ اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ آپ سکول سے فارغ
ہوتے ہی وہاں کے چند زرگر خاندانوں کے پاس
چلے جاتے اور اکثر تبلیغ کرتے۔ مگر ان پر کوئی اثر نہ
ہوتا۔ میں نے اس عرصہ میں خواب میں حضرت اقدس کے
مکان کا نقشہ دیکھا۔ اور میں نے دیکھا کہ مغرب کی جانب
دیوار پر ایک مرغ کھڑا ہے جو بانگ دے رہا ہے۔

جب میں نے اس خواب کا ذکر ان سے کیا۔ تو انہوں نے
کہا اچھا تمہیں وہ مکان بھی دکھائیں گے۔ چنانچہ گرمیوں
کی چھٹیوں میں جب وہ مکیریاں آئے۔ تو مجھے ساتھ
لے کر قادیان گئے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ہم ایک گھوڑے
پر سوار تھے۔ اور نوشہرہ سے دریا پار کرتے ہی ہرنوں
کی ٹولیاں ہمارے دائیں بائیں کودتی پھرتی تھیں۔

جب حضرت اقدس نے قادیان میں تعلیم الاسلام
ہائی سکول کا اجرا فرمایا۔ تو انہوں نے لالہ ملاوامل کا
مکان کرایہ پر لے کر اپنے اہل خانہ کو وہاں منتقل کر دیا۔
اور غالباً فروری ۱۹۰۵ء کا مہینہ تھا کہ جب حضرت
اقدس کا ایک اشتہار "عفت الدیار محلہا و
مقامہا" چچا جان کے پاس آیا۔ انہوں نے مجھے
اشتہار دیا کہ میں مکانوں اور دکانوں پر چسپاں کر دوں۔
میں وہ اشتہار اپنے سکول کے گیٹ پر چسپاں کر
رہا تھا کہ زیر تبلیغ سناروں میں سے ایک شخص
حسن دین میرے پاس سے گزرا وہ اشتہار دیکھ کر
کہنے لگا کہ "مرزائیوں کی صف لپیٹی جائے گی"
میں نے جواب میں کہا کہ مرزائیوں کی صف لپیٹی
جائے یا نہ۔ مگر تمہاری صف ضرور لپیٹی جائے گی۔
یہ کہہ کر وہ اپنی راہ چلا گیا۔ اور میں اندر آ گیا۔

۳ اپریل ۱۹۰۵ء شام کو ہمارے گھر میں تین
مہمان تھے۔ دو احمدی اور ایک زیر تبلیغ۔ ایک
منشی امام الدین صاحب اور ایک بابو محمد اسمٰعیل صاحب
پوسٹ ماسٹر سجان پور شیرہ۔ اور ہماری ایک شخص
عبدالکریم رنگریز نے دعوت کر رکھی تھی۔ رات دعوت

سے ہم دیر سے گھر آئے اور آتے ہی سو گئے۔ ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کو عین طلوعِ آفتاب کے وقت وہ قیامت خیز زلزلہ آیا جس سے سارے علاقہ میں تباہی آ گئی۔ مگر ہمارے گھر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر طرح خیریت رہی۔ کسی کو چوٹ بھی نہ آئی۔ جہاں میری چارپائی تھی تھوڑی سی دیوار ادھر سے اور تھوڑی سی اُدھر سے بچ رہی۔ اور اس پر ۳ کڑیاں بھی سلامت رہیں۔ اور میں بیچ پڑے آرام سے رہا۔

زلزلہ کے بعد میں باہر نکلنے کے لئے اٹھا تو وہ زیرِ تبلیغ دروازے میں پھنسا ہوا تھا۔ میں نے اسے پیچھے سے دھکا دیا اور ہم دونوں دروازے کے باہر نکل گئے۔ چچا جان پردے کی دیوار پھاند کر کھیت میں کود گئے۔ اور اس طرح مکان کے تمام افراد بخیریت رہے۔

چچا جان کی برکت سے سکول کے تمام طالب علم اور سٹاف کے جملہ اساتذہ خیریت سے رہے۔ اس کے برعکس حسن دین کے گھر کے افراد کی تعداد ۲۳ تھی۔ جو دو تین کے سوا سب لقمۂ اجل بن گئے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا تا دیکھے کہ صف کس کی لپیٹی گئی ہے۔

حضرت اقدس نے سالانہ جلسہ جو منعقد فرمایا۔ اس میں شامل ہونے والوں میں میرے چچا جان مولوی فیروز الدین صاحب، میرے ابا جان، برادرم فضل الدین اور برادرم غلام رسول کے نام آئینہ کمالاتِ اسلام کے ضمیمہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ کیریاں کے ایک سفید پوش، چوہدری اکرم بخش کا نام بھی جلسہ میں شمولیت کرنے والوں میں لکھا ہوا ہے۔

اخبار الحکم مورخہ ۳۰ر ستمبر ۱۹۰۱ء میں بیعت کرنے والوں میں خاکسار کا نام اور برادرم محمد عزیز الدین کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ آپ چونکہ الحکم میں مضامین لکھتے رہتے تھے اور قادیان میں پہاڑی مولوی کے نام سے مشہور تھے۔ اخبار الحکم کے مطالعہ سے ان کے ذوقِ تبلیغ کا بھی پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ جب حضور کی کتاب کشتی نوح آئی۔ تو آپ نے اس پر چند اشعار لکھے۔ جن میں سے مجھے صرف ایک شعر یاد ہے ؎

کشتیٔ نوح است نام ایں کتاب
گر سلامت خواہی از وے رو متاب

آپ عام طور پر اپنے یہ اشعار وردِ زبان رکھتے تھے ؎

الٰہی تو فی پاک پروردگار
ہمہ بندہ ام عاصی و خاکسار
گناہم بہ بخش اے خدائے کریم
کہ ہستی خدائے غفور الرحیم

آپ کے ایک عزیز نے میانونڈ میں مسجد بنائی اور اس کے لئے تاریخ لکھنے کی درخواست کی۔ تو آپ نے چھ سات اشعار پر مشتمل ایک نظم لکھی جس کا آخری شعر یہ تھا۔

سال تاریخش وزیر الدین بگفت
داد پہ جنت اجرت ربّ العالمین

اپریل ۱۹۰۵ء میں زلزلہ کے بعد آپ بیمار ہو گئے۔ برادرم اللہ یار ان کو دوبارہ قادیان لے گئے اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے زیرِ علاج رکھا۔

مگر چونکہ وہاں کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اس لیئے واپس
مکیریاں لے گئے۔ جہاں انکی وفات ۶ر نومبر ۱۹۰۵ء کو
ہوئی اور اپنے آبائی قبرستان میں مکیریاں میں ہی سپرد
خاک کیئے گئے۔

اللھم اغفرہ وارحمہ وادخلہ
فی جنت النعیم۔ آمین یارب العالمین۔

محترم چچا جان کی اولاد پانچ لڑکیاں اور آخری
عمر میں ایک لڑکا تھا۔ جس کی صحت وسلامتی کے لئے وہ
جب تک زندہ رہے۔ دل سے دعا گو رہے۔ اس سلسلہ
میں ان کے چند اشعار درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ ؎

یارب یہ التجا ہے تری بارگاہ میں
ہو خاتمہ بخیر مرا تیری راہ میں

سجدے میں جان نکلے عذابِ نزع نہ ہو
ہو کوچ اس جہاں سے تیرے در کی چاہ میں

دنیا میں تو نے مجھ کو بنائے رکھا عزیز
مت کیجیو ذلیل و زبوں حشر گاہ میں

پیری میں تو نے بخشا محمد عزیز دین
بچہ ہے اس کو پالیو اپنی پناہ میں

دینِ نبی کا خادمِ خاص اسکو کیجیو
دنیا میں دوست کام رہے عز و جاہ میں

متمتعِ سعادتِ دارین کیجیو
میری طرح نہ عمر گزارے گناہ میں

یارب کرم سے کیجیو میری دعا قبول
رو رو کے عرض کرتا ہوں شام و پگاہ میں

جس شخص کو نصیب نہ ہو دینِ احمدی
بے فائدہ ہے گو جیا تخت و کلاہ میں

میں نے ہر ایک دین کے جانچے ہیں سب اصول
برتر ہے دینِ احمدی ہر رسم و راہ میں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے چند اہم خطبات کی اشاعت

• ہمارے عقائد
سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ ۱۹۶۷ء کے موقعہ پر حضور کا دلنشین اور پُر معارف خطاب ہر احمدی کے لیئے اور خاص طور پر نئی نسل کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ تاکہ بنیادی اسلامی عقائد کے بارہ میں ہمیں پوری بصیرت اور فہم عطا ہو۔ مجلس خدام الاحمدیہ نے اسے خوبصورت کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کیا ہے۔ قیمت بڑا سائز ۲۶×۲۰/۸ بڑا سائز ایک روپیہ
" چھوٹا سائز ۲۳×۱۸/۱۶ پچاس پیسے

• اسلام اور آزادئ ضمیر
حضور کے دو پُر معارف خطبات جمعہ جو ۲۹ر دسمبر ۱۹۶۸ء اور ۱۲ر جنوری ۱۹۶۹ء کو دیئے گئے تھے۔ کتابی شکل میں شائع ہو رہے ہیں۔ ناظمین اضلاع مجلس انصار اللہ سے گزارش ہے کہ وہ ان دونوں مجموعوں کی وسیع اشاعت کی کوشش فرمائیں۔

مکرم حکیم دین محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ذکرِ حبیب علیہ السلام

یہ مضمون مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۸ء میں پڑھا گیا۔

خاکسار بقائمی ہوش و حواس خمسہ احباب انصار اللہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ کہ خاکسار کی عمر جب کہ چودہ برس کی تھی تو مجھے ۱۹۰۲ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں برائے تعلیم نویں دسویں داخل کیا گیا۔ اصل وطن خاکسار کا قصبہ راہوں ضلع جالندھر تھا۔ انہیں ایام میں خاکسار کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

(۲) حضور کی تقاریر اور لیکچروں کو خاکسار نے مسجد مبارک مسجد اقصیٰ قادیان۔ اور دوران سیر وقتاً فوقتاً سنا سمجھا اور علیٰ قدر فہم استفادہ کیا

(۳) ۱۹۰۴-۵ء میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بوجہ مقدمہ مولوی کرم الدین سکنہ موضع بھیں ضلع جہلم بار بار عدالت مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور میں جانا پڑتا تھا۔ اور حضور اور حضور کے رفقا رتھ اور تانگوں پر بذریعہ کچی سڑک قادیان سے براستہ پھیڑی نہر تتلہ نوالی سفر کرتے تھے۔ اور حضور کی حفاظت کے لئے دو اصحاب مولوی احمد نور صاحب کابلی اور راجہ مدو خان صاحب راجپوت لاٹھیاں ہاتھوں میں لئے سواریوں کے ساتھ ساتھ پیدل سفر کرتے تھے۔ اس کارثواب میں اکثر دفعہ خاکسار بھی پیدل ہی سواریوں کے ساتھ ساتھ گورداسپور تک سفر کرتا تھا۔ اس وقت خاکسار کی عمر ۱۶ سال کے قریب تھی۔ میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ خاکسار کو حضرت اقدس کی گورداسپور کی قیام گاہ میں سلسلہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذاتی خدمت کا موقعہ ملا۔

مدعی مولوی کرم دین کی طرف سے اس مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی میں جو کہ دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ تعزیرات ہند کیا گیا تھا دو مدعا علیہ تھے۔ ایک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام۔ دوسرے حکیم فضل الدین صاحب بھیروی جو منیجر ضیاء الاسلام پریس قادیان تھے۔ حضرت کی طرف سے قانونی امداد کے لئے دو وکیل عدالت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ جو اس وقت ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز بھی تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دار میں اقامت رکھتے تھے۔ دوسرے خواجہ کمال الدین صاحب

بی۔ اے۔ ایل ایل بی جو پشاور میں پریکٹس کرتے تھے اور پیشی پر وہاں سے گورداسپور تشریف لاتے تھے۔ اس مقدمہ کی سماعت قریباً دو سال تک ہوئی۔ اور دو مجسٹریٹوں نے اپنے اپنے وقت اس کی سماعت کی۔ پہلے کا نام لالہ چندو لال تھا جسے دوران مقدمہ مجسٹریٹ کے عہدہ سے نا اہلی کی بنا پر ہٹایا گیا۔ دوسرے کا نام لالہ آتما رام تھا۔ اس نے اس مقدمہ کا آخری فیصلہ کیا۔ اور دوران مقدمہ میں اس کے دو بیٹے مر گئے۔ یہ مختصر بیان ہے۔

گورداسپور میں حضور کی قیام گاہ ایک کرایہ کے مکان میں تھی۔ جب حضور تشریف لے جاتے تھے۔ تو فیروز پور۔ قصور۔ لدھیانہ۔ امرتسر۔ لاہور۔ بٹالہ۔ ضلع گورداسپور کے گاؤں سیکھواں۔ فیض اللہ چک۔ اوجلہ وغیرہ سے احباب گورداسپور پہنچ جاتے تھے۔ اگر حضور وہاں قیام کرتے تو احباب بھی قیام کرتے۔ حضرت اقدس کی طرف سے مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست برابر ہوتا رہتا تھا۔

(۴) جب مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بوقت ۱۰ بجے صبح حضرت اقدس کی وفات لاہور میں ہوئی۔ تو اس وقت حضرت اقدس معہ اپنے خاندان اور بعض جماعت کے افراد کے ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کیمیکل ایگزامینر گورنمنٹ پنجاب کے گھر میں مہمان کی حیثیت سے تھے۔ اس وقت اتفاق حسنہ سے خاکسار لاہور میں ایک دفتر میں ملازم ہو چکا تھا۔ اور اس وقت میری عمر قریباً بیس سال تھی۔

مختصر بیان یہ ہے کہ بعد غسل و تکفین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک بڑے لکڑی کے بکس میں جس میں چاروں طرف کافوری برف کے بلاک رکھے ہوئے تھے بند کر کے بٹالہ ریلوے سٹیشن کے لئے لاہور سے پٹھانکوٹ جانے والی ریل گاڑی میں بک کروایا گیا۔ اس بکس کو بٹالہ میں اتارا گیا۔ وہاں ایک چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے دو بانس باندھ کر بند بکس کو چارپائی پر رکھ کر احباب نے کندھوں پر اٹھا کر راتوں رات قادیان پہنچایا۔ بزرگوں کے حکم کے مطابق جنازہ کو دار مسیح موعود میں نہیں لے جایا گیا۔ بلکہ باغ حضرت اقدس کے ایک کمرہ میں بکس سے نکال کر پلنگ پر رکھا گیا۔ تاکہ مرد وزن ہندو و مسلمان سارا دن زیارت کرتے رہیں بعد نماز عصر جو باغ میں پڑھائی گئی۔ پھر انتخاب خلافت ہوا۔ اس کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ (خلیفہ اولؓ) نے نماز جنازہ پڑھائی۔

پھر حضور کے جنازہ کو بہشتی مقبرہ میں لایا گیا۔ قبر بھی تیار ہو رہی تھی۔ قبر میں لحد نہیں بنائی گئی۔ بلکہ یہ قبر جس کی چاروں دیواریں پکی چھوٹی اینٹ سے اٹھائی گئی تھیں مستطیل حالت میں تھی۔ اس کے فرش پر صاف ریت بچھائی گئی۔ اس ریت پر حضور کا جسد مبارک رکھ کر قبر کا منہ پکی اینٹوں اور چونہ سے محراب کی طرح بند کیا گیا۔ اور اوپر مٹی ڈال کر قبر کا تعویذ بنا دیا گیا۔ تدفین کے بعد حضرت خلیفہ اولؓ نے دعا کرائی۔ اس وقت اندھیرا چھا چکا تھا۔ یہ ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کی شام تھی۔ الحمد للہ کہ خاکسار کندھوں پر جنازہ اٹھانے والوں میں اور بوقت انتخاب خلافت اور تدفین کی آخری دعا میں شامل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کرے کہ ہم سب کا انجام بخیر ہو۔

مکرم شیخ عبدالقادر صاحب لاہور

اِیلی اِیلی لَمَا سَبَقْتَانِی

(۱) انجیل مرقس میں ہے۔

"اور جب چھٹی گھڑی ہوئی تو نویں گھڑی تک سارے ملک میں تاریکی چھا گئی۔ اور نویں گھڑی یسوع اونچی آواز سے چلّایا۔

اِلَاھِیْ اِلَاھِی لَمَا سَبَقْتَانِی

جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے میرے خدا۔ اے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

(انجیل مرقس ۱۵/۳۴ کیتھولک بائیبل مطبوعہ سوسائٹی آف سینٹ پال روما ۱۹۵۸ء)

۲۔ بعض نسخوں میں ہے۔

"اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے مجھے شرمندہ کیوں کیا۔"

(نیو انگلش بائیبل حاشیہ مرقس ۱۵/۳۴)

۳۔ انجیل متی میں کلمۂ صلیب ذرا مختلف ہے یعنی

اِیلی اِیلی لَمَا سَبَقْتَانِی

(متی ۲۷/۴۶)

سبقتانی میں سین اور شین دونوں طرح روایت ہے۔

۴۔ انجیل پطرس میں ہے جو کہ مصر کے آثار سے ملی ہے۔ اس کلمہ کا ترجمہ بایں الفاظ ہے۔

"MY POWER, O POWER THOU HAST FORSAKEN ME"

اے میری طاقت، اے قوّت تو نے مجھے چھوڑ دیا۔

New Testament Apocrypha E, Hennecke Page 184

یہاں قادر و توانا کو "طاقت" یا "قوت" کہا گیا۔ کیونکہ عبرانی میں ایل کے معنی "زور"۔ "زور والا"۔ الٰہ اور اللہ کے ہیں۔ انجیل پطرس میں "کیوں چھوڑ دیا" کی بجائے "تو نے مجھے چھوڑ دیا" کے الفاظ ہیں۔

۵۔ مصر کے آثار سے انجیل فلپ ملی ہے۔ اس میں کلمۂ صلیب بایں الفاظ ہے۔

"MY GOD, MY GOD, O' LORD HAVE YOU FORSAKEN ME?"

The Naghammadi
Library In English
Page 141

میرے خدا، میرے خدا، میرے آقا تو نے
مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

(اس ترجمہ میں میرے آقا زائد ہے)

۶۔ یہ مسلّمہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی مادری زبان آرامی تھی۔ مرقس کے نزدیک آپ نے آرامی میں یہ کلمہ ادا کیا۔ متی کے نزدیک عبرانی میں۔ آرامی میں ایلی کی جگہ "اِلاَہی" ہے۔ چنانچہ انجیل مرقس میں آرامی کا التزام ہے۔ اور ایلی ایلی کی بجائے "اِلاَہی اِلاَہی" ہے۔

۷۔ ایک خیال یہ ہے کہ کلمہ صلیب زبور کا ایک دعائیہ کلمہ ہے۔ جو حضرت مسیحؑ نے اپنی زبان میں ادا کیا۔ زبور ۲۲ کے الفاظ یہ ہیں۔

ایلی ایلی لمہ عزبتنی

اے میرے خدا۔ میرے خدا تو نے مجھے
کیوں چھوڑ دیا۔

اس زبور میں بطور پیشگوئی کے مصائب صلیب بیان ہوئے ہیں۔

۸۔ وادی قمران کے غاروں سے "صادق استاد" کی مناجات کی کتاب ملی ہے۔ بعض علماء اس خیال کے ہیں کہ "صادق استاد" سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ کتاب مناجات میں صادق استاد کے صلیبی مصائب کی طرف اشارہ ہے۔ مثلاً نظم ۵ میں ہے کہ:۔

"میرے منہ سے اضطراراً ایک غیر وفادارانہ کلمہ نکلا۔ کہ مجھے چھوڑ دیا گیا اور تیرے عہد نے مجھے ترک کر دیا۔ لیکن تیرے دستِ قدرت اور عظیم رحمت کو میں نے یاد کیا اس کا مظاہرہ دیکھا۔ تو میں جی اٹھا اور اٹھ کھڑا ہوا اور میری روح اس تعذیب کا سامنا کرنے کے بعد بحال ہو گئی۔"

اس مناجات کے بعد نظم ۸ میں ہے۔

"اے میرے خدا! تو نے مجھے میری روح کی کرب ناکی کے دوران چھوڑا نہیں۔ تو نے میرے چلانے کو سنا جبکہ میری روح تلخی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جب میں کراہنے لگا تو تو نے میری دکھ بھری شکایت پر نظر کی۔ تو نے شیروں کی کچھار میں ایک غریب کی جان کو محفوظ کر دیا۔"

(The dead Sea
Scrolls in English
G. Vermes page 164/165

اس عبرانی نظم میں زبور ۲۲ والے کلمہ کی طرح لا عزبتنی کے الفاظ ہیں۔ اے میرے خدا، تو نے مجھے چھوڑا نہیں۔

زبور میں لمَا عزبتنی ہے۔ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

مذکورہ نظم میں لاعزبیتنی ہے تونے مجھے چھوڑا نہیں۔

۹۔ ایک ایسینی مکتوب میں جو کہ سکندریہ کی ایک پرانی خانقاہ سے برآمد ہوا ہے۔ یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی زبان پر دراصل زبور ۲۲ کی دعائیں تھیں۔ یہ زبور اے میرے خدا، اے میرے خدا تونے مجھے کیوں چھوڑ دیا کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ آپ کی دعا مقبول ہوئی صلیبی موت سے بچا لئے گئے۔ اس مکتوب میں صداقت موجود ہے۔ لیکن علماء مستند اسے نہیں مانتے۔

۱۰۔ مصر کے آثار سے ملنے والی انجیل فلپ میں کلمۂ صلیب والی عبارت مکمل نہیں ہے۔ بعض جگہ اڑی ہوئی ہے جرمن عالم ۔ک DR, SCHENKE نے الفاظ معدوم کو بحال کیا ہے۔ ان کے ترجمہ کے مطابق انجیل فلپ کی عبارت یوں ہے۔

"میرے خدا، میرے خدا۔ اے میرے آقا تونے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔"

اس لئے (یہ کہا تو خدا [illegible]) رحم و کرم کو صلیب پر پالیا۔ آگے لکھا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے اسے مُردوں میں سے اٹھالیا۔ اور دوبارہ پھر وہ اس مصیبت میں سے نہیں گزرا۔ بلکہ اس کا بدن بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اگرچہ وہ گوشت پوست کا بنا ہوا تھا۔"

The Gospel of Philip

by R. M. WILSON P. 135

اس انجیل میں ہے۔

"جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسیح پہلے مر گیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ غلطی پر ہیں۔ وہ پہلے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس کی وفات ہوئی۔" (انجیل فلپ ص ۸۵)

ظاہر ہے کہ مضطربانہ دعاؤں کے نتیجہ میں حضرت مسیح علیہ السلام صلیبی موت سے بچا لئے گئے۔ موت کی مسیح سے (وہ اٹھ کھڑے ہوئے) وفات ان کی بعد میں ہوئی ہے۔

۱۱۔ قرونِ اولیٰ میں باطنی فرقہ کے عیسائی اس کلمہ کے معنوں کو سمجھے نہیں۔ اور وہ ماننے لگے کہ بپتسمہ کے وقت حضرت مسیح پر جو روح القدس کبوتر کی شکل میں نازل ہوا تھا وہ ساعت صلیب میں جدا ہو گیا۔ یا معیت خداوندی میں رخنہ پڑ گیا۔ ذاتِ حق سے آپ جدا ہو گئے تھے۔ جب مُردوں میں سے زندہ ہوئے۔ تو الحاق ہو گیا۔ یہ معنے درست نہیں ہیں۔ دراصل یہ کلمہ مَتیٰ نصر اللہ کے معنوں میں ہے۔ زبور ۲۲ اس کا ماخذ ہے۔ زبور کے الفاظ ہیں۔

"اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے تو میری التجا اور میری فریاد کی آواز سے کیوں دور رہتا ہے۔ اے میرے خدا میں دن کو پکارتا ہوں پر تو نہیں سنتا اور رات کو بھی۔"

ظاہر ہے کہ ان الفاظ میں ایک عارفانہ دعا اور

کے وقت کا سوال ہو ہرگز رد نہیں ہوتا۔ پھر کیوں مسیح کی ساری رات کی دعا اور دردمند دل کی دعا اور مظلومانہ حالت کی دعا رد ہوگئی۔ حالانکہ مسیح دعوےٰ کرتا ہے کہ باپ جو آسمان پر ہے میری سنتا ہے۔ پس کیونکر باور کیا جائے کہ خدا اس کی سنتا تھا۔ جبکہ ایسی بے قراری کی دعا سنی نہ گئی۔ اور انجیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دلی یقین تھا کہ اس کی وہ دعا ضرور قبول ہوگئی۔ اور اس دعا پر اس کو بہت بھروسہ تھا اسی وجہ سے جب وہ پکڑا گیا۔ اور صلیب پر کھینچا گیا۔ اور ظاہری علامات کو اس نے اپنی امید کے موافق نہ پایا۔ تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا کہ "ایلی ایلی لما سبقتانی" اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یعنی مجھے یہ امید ہرگز نہ تھی کہ میرا یہ انجام ہوگا اور میں صلیب پر مروں گا۔ اور میں یقین رکھتا تھا کہ تو میری دعا سنے گا۔ پس ان دونوں مقامات انجیل سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کو خود دلی یقین تھا کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی۔ اور میرا تمام رات کا رورو کر دعا کرنا ضائع نہیں جائے گا۔ اور خود اس نے خدا تعالےٰ کی طرف سے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ اگر دعا کرو گے تو قبول

کی جائے گی بلکہ ایک مثال کے طور پر ایک قاضی کی کہانی[1] بھی بیان کی تھی کہ جو نہ خلقت سے اور نہ خدا سے ڈرتا تھا اور اس کہانی سے بھی مدعا یہ تھا کہ تا حواریوں کو یقین آجائے کہ بے شک خدا تعالےٰ دعا سنتا ہے۔ اور اگرچہ مسیح کو اپنے پر ایک بڑی مصیبت کے آنے کا خدا تعالےٰ کی طرف سے علم تھا۔ مگر مسیح نے عارفوں کی طرح اس بنا پر دعا کی کہ خدا تعالےٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور ہر ایک محو و اثبات اس کے اختیار میں ہے۔ لہٰذا یہ واقعہ کہ نعوذ باللہ مسیح کی خود قبول نہ ہوئی۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو شاگردوں پر ایک نہایت بد اثر پیدا کرنے والا تھا۔ سو کیونکر ممکن تھا کہ وہ ایسا نمونہ جو ایمان کو ضائع کرنے والا تھا حواریوں کو دیا جاتا۔ جبکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ مسیح جیسے بندگی کی تمام رات کی پُرسوز دعا قبول نہ ہوئی تو اس بدنمونہ سے ان کا ایمان ایک سخت امتحان میں پڑتا تھا لہٰذا خدا تعالےٰ کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس دعا کو قبول کرتا۔ یقیناً سمجھو کہ وہ دعا گتسیمنی نام مقام میں کی گئی تھی ضرور قبول ہوگئی تھی۔" (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۳۰ تا ۳۲)

[1] لوقا ۱۸: ۲

A Study of History

A Study of History

خود عربوں کے قیصر بن گئے۔[1]

حالانکہ ہر مذہب خواہ وہ God is Love y Love is God کے خوشنما نعروں کا حامل ہو یا اہنسا پرما دھرما کو اپنی بنیاد بتائے۔ کسی نہ کسی مصلحت سے جنگ کو جائز قرار دیتا ہے۔ یہ ہمارا موضوع نہیں کہ ہم دوسرے انبیاء یا مذہبی راہ نماؤں کے جنگ سے متعلق اقوال و حالات بیان کریں۔ لیکن بہرحال تاریخ ہمارے ساتھ ہے۔ اور دیگر مذاہب کا لٹریچر اس حقیقت پر گواہ ہے۔ چنانچہ عیسائیت کا ابتدائی مصنف جس کو ولایت کا مقام دیا گیا۔ یعنی سینٹ آگسٹن اس نے جنگوں کے بارے میں لکھا کہ بعض جنگیں جائز ہیں۔ جو ظلم کو مٹانے کے لئے لڑی جائیں"۔[2]

ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کا مقصد بھی ظلم کے خلاف انسانی اقدار کو بلند و بالا کرنا تھا۔ اگر انسانی حقوق کی حفاظت ایک عام آدمی تو کرے تو جائز۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا فرستادہ ان اعلےٰ اقدار کے قیام میں کوئی عملی جدو جہد اجتماعی شکل میں کرے تو ناجائز۔ پھر تو آسمانی ہدایت کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ ظلم کے مقابلہ میں صبر کا نمونہ تو ایک کمزور اور ناتواں بھی دکھا دیتا ہے۔ لیکن ظلم کو بزورِ طاقت مٹانے کا کام ایک جری اور مجاہد کے ہاتھوں ہی اسے انجام پاتا ہے۔

اس حقیقت کو انیسویں صدی کے برطانوی دانشور اور عظیم مصنف تھامس کارلائل نے خوب سمجھا اور کمال جرأت اور بے باکی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہترین اور کامیاب ترین نبی ثابت کرتے ہوئے آپ کی جنگوں پر یوں رقمطراز ہوئے۔

" بہت کچھ اس پر لے دے کی گئی ہے کہ محمد نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے تلوار استعمال کی . . . . . میں تلوار کو قابل اعتراض نہیں سمجھتا۔ میرے نزدیک ہر ایک کو جد و جہد کا حق حاصل ہے۔ چاہے وہ تلوار سے ہو یا زبان سے یا کسی اور ذریعہ سے۔ جو بھی اسے حاصل ہو اشاعت کرے تحریر سے تقریر سے غرض مقدور بھر اپنی تمام پونجی کے ساتھ سر دھڑ کی بازی لگا دے مجھ کو یقین ہے کہ وہ اسی پر غلبہ پائے گا۔ جس کا مغلوب ہونا ہی بہتر ہے۔ اپنے سے بہتر کو کوئی مخلوب کر سکتا ہے۔ ہاں اپنے سے کم تر کو ہی مٹا لے گا۔ کشمکش حیات میں قدرت خود منصف اعلیٰ ہے۔ جس کا فیصلہ ہرگز غلط نہیں ہو سکتا۔ جو شے قدرت کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ حتیٰ کہ انتہائی باریکیوں میں بھی اس سے مطابقت رکھتی ہے جس کو ہم صدق تام کہتے ہیں۔ وہی آخر کار برومند

---

[1] ٹائن بی A Study of Hcalory جلد سوم ناشر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ساتواں ایڈیشن صفحہ ۴

[2] The Law of wurand peace (walter J Black 1946.

Page 211

ہوتی دکھائی دیتی ہے پس محمد اور محمدی کامرانیوں کے ضمن میں قدرت کی منصفی کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ کیونکہ قدرت کا فیصلہ عظمت باریک بینی اور اعتدال کا حامل ہوتا ہے۔"[1]

اخلاق کے بعض پہلو ایسے ہیں جو جنگ میں بدرجہ اتم ظاہر ہوتے ہیں۔ یورپ کا ایک اٹھارویں صدی کا مشہور دانشور مولٹکے Moltke لکھتا ہے

"جنگ میں انسان کی بہترین اقدار بروئے کار آتی ہیں۔ شجاعت اور بے نفسی۔ فرض شناسی اور اس کی خاطر قربانی کرنے کے لئے آمادگی۔ حتی کہ جان دینے سے بھی گریز نہ کرنا۔ غرض اگر جنگ نہ ہو تو دنیا ہم جوں من دیگر نیست قسم کے سورماؤں کا اکھاڑہ بنی رہے۔"[2]

پس جب تک انسان کی فطرت میں غیرت حمیت اور عصبیت مردانگی اور شجاعت کی جبلتیں موجود ہیں۔ دوسری جبلتوں کی طرح ان کے بھی غلط استعمال کا امکان موجود رہے گا اور ضرورت ہے کہ اس کے غلط استعمال سے انسان کو روکنے کے لئے ان میں اعتدال کے ایسے طریقے پیدا کئے جائیں۔ جیسے مجرموں کو سزا دی جاتی ہے۔ ایسے اقدامات میں تصادم کے وقت اصل مقصد اپنی فتح نہیں ہوتا۔ بلکہ ظلم کو بُرا جانتے ہوئے اس طرح گھٹنے ٹیکنے سے اجتناب ہوتا ہے جس کو بزدلی پر محمول کیا جا سکے۔ تاکہ ظالم اپنے ظلم کو حق بجانب نہ سمجھنے لگے۔ کیونکہ ایسی بے عملی کو صبر اور خلق حسنہ نہیں کہہ سکتے۔ جس کے نتیجہ میں ظالم شرمندہ ہونے کی بجائے مظلوم کو ذلیل سمجھتے ہوئے اس پر استہزاء کرتا ہے۔

پس ظلم کے خلاف نفرت کے اظہار میں چاہے جان چلی جائے۔ لیکن اس کے سامنے لاچاری اور مجبوری نہ دکھائی جائے۔ اگر مقابلے کی معمولی سی طاقت بھی ہے تو پھر اس طاقت کا مردانہ وار اظہار کرکے اپنی قربانی پر صبر کیا جائے۔ تاکہ کوئی یہ طعنہ نہ دے کہ تمہارا صبر تو ایک مجبوری کا اظہار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات مجبوری میں صبر کرنے والے ایسے ظلم پر دانت پیستے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے صبر کو بھی گنواتے ہیں۔ اور ایسے دانت پیسنے والوں اور غصہ کا اظہار کرنے والوں کے بارے میں کیا ضمانت ہے کہ اگر واقعی ان کے پاس طاقت ہوتی تو وہ اپنے مخالفین کو اسی طرح اپنے ظلم اور تعدی کا نشانہ نہ بناتے جس طرح ان کو بنایا گیا۔

جیسے اوپر بیان کیا گیا ہے بعض جذباتی قسم کے لوگ ظلم سے نفرت کے معنے صبر اور بے عملی کے سمجھتے

---

[1] تھامس کارلائل Hero and Heroworship ناشر The Haper Library London صفحہ ۷۵ اور صفحہ ۷۶

[2] بحوالہ A study of History جلد چہارم مصنفہ ٹائن بی ناشر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ساتواں ایڈیشن صفحہ ۶۴۳

ہیں۔حالانکہ ایسا صبر ہر حال میں امن و سلامتی اور صلح اور آشتی کی طرح ڈالنے کا موجب نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے

Non Violent resistance

یعنی عدم تشدد کے ماننے والے فلسفی بھی صبر کے اس اعلیٰ کردار کی افادیت صرف اسی صورت میں سمجھتے ہیں جہاں مدمقابل ایسی طاقت ہو۔جو انسانی اقدار کا احساس رکھتی ہو۔چنانچہ انگریز فلسفی لارڈ برٹرانڈ رسل اپنی خود نوشت[1] سوانح حیات میں عدم تشدد کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہندوستانی سیاسی راہنما گاندھی جی اس پر اس لئے عمل کر سکے کہ ان کا مقابلہ انگریز حکومت سے تھا۔جو ہندوستانی احتجاجیوں کو ریل کی پٹڑی پر لیٹا دیکھ کر گاڑی چلانے کے ظلم کا ارتکاب کرنا خود پسند نہ کرتی تھی۔لیکن ایسا مظاہرہ ہٹلر کی نازی حکومت میں کبھی بھی کامیاب نہ ہوتا۔کیونکہ نازی حکومت ہزاروں کو ریل کے نیچے کچل دینے میں ذرا تامل نہ کرتی[1] یہاں برٹرانڈ رسل کا نظریہ قرآن مجید کے کس قدر قریب دکھائی دے رہا ہے۔

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا
فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ
عَلَى اللّٰهِ [2]

بدی کا بدلہ اس بدی کے برابر ہی ہوتا ہے۔اور جو معاف کرے اور اصلاح کو مدنظر رکھے۔تو اس کا بدلہ دینا اللہ کے ذمہ ہوتا ہے۔

اجتماعی لحاظ سے ہمارے آقا و مولےٰ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اذنِ الٰہی کے تحت جہاد کیا اور ظالم حملہ آوروں کے خلاف دفاعی اقدامات کئے۔لیکن ذاتی طور پر میدانِ جنگ میں بھی آپ نے اپنا شعار عفو اور اصلاح کو بنایا۔کیونکہ یہ فعل آپ کی ذاتی فطرت سے مناسبت ہی نہ رکھتا تھا۔یہ بات بھی نہیں کہ آپ کو کبھی دشمن پر غلبہ حاصل نہ ہوا۔ہاں دورانِ جنگ ایسے لمحات بھی آئے کہ آپؐ نے دشمن پر غلبہ پالیا۔جبکہ آپ پوری مقدرت رکھتے تھے کہ اپنی جان کے درپے دشمن کا سر آن واحد میں تن سے جدا کردیں۔چنانچہ ایک دفعہ جنگ سے واپسی پر ایک پڑاؤ کے مقام پر حضورؐ کہیں سایہ میں استراحت فرما رہے تھے کہ ایک دشمن ادھر آ نکلا۔اور آپؐ کی ہی تلوار سے آپؐ کو مارنے کا ارادہ کیا۔آپ جاگے۔اس نے پوچھا بتاؤ اب کون تم کو میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے۔آپؐ نے انتہائی وقار سے فرمایا کہ "اللہ" آپؐ کے اس اطمینان اور یقین محکم کو دیکھ کر اس پر ایسا رعب پڑا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔اب تلوار آپ کے ہاتھ میں تھی۔آپؐ نے پوچھا۔اب بتا تجھ کو کون بچا سکتا ہے۔وہ بے دین گھگھیانے لگا کہ اب آپ ہی معاف فرمائیں۔آپؐ ہنس پڑے اور فرمایا کہ جاؤ تم کو معاف کیا۔اور یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا ہی فضل تھا کہ اس

---

[1] برٹرانڈ رسل The Autobiography of Bertrand Russel جلد دوم۔ ناشر جارج ایلن اینڈ اَنوِن George Allen & Unwin ۱۹۶۸ء صفحہ ۱۴۲

[2] قرآن مجید الشوریٰ آیت ۴۱

نے آپ کے دل میں ایسا رحم پیدا کر دیا تھا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ [1]

تو اس عظیم الشان رحمت کی وجہ سے ہی جو اللہ نے تجھ پر کی ان کے لئے نرم دل واقع ہوا ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ ظلم کا بزور مقابلہ کرتے ہوئے بھی ایک صبر اور رحم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جگہ تو "خلق حسنہ" ان یعنی طاقت کے استعمال اور رحم کے ساتھ صبر کے امتزاج کا ہی نام ہے۔ جو یقیناً کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ جیسے حضرت شیخ سعدی نے فرمایا ع

ہر ہوس ناکے نہ داند جام و سنداں باختن

کیونکہ مظلوم کو ظالم کے ظلم سے بچایا تو جائے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا طریق کیا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ایک ظلم مزید ظلم کا سبب نہ بنے۔ برٹرانڈرسل اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

"ہم چاہتے تو یہ ہیں کہ ہر ایک مہلک (مہلک) عصبیت کا خاتمہ ہو جائے۔ مثلاً جنگ کا خاتمہ ہو جائے لیکن اشتراک عمل اور باہمی معاونت کا جذبہ بھی قائم رہے۔ یہ مسئلہ نفسیاتی اور سیاسی دونوں اعتبار سے نہایت مشکل ہے۔ لیکن اگر انصاف کے تقاضوں کی روشنی میں دیکھا جائے۔ تو ابتداء میں کسی ایک قوم کی آمریت سے ہی اس کو حل کیا جا سکتا ہے۔[2]

چونکہ برٹرانڈرسل دہریہ تھا اس لئے باوجود جمہوریت اور حقوق انسانی کا علمبردار ہونے کے آخر ایک قوم کی آمریت کے غار تار میں چلا گیا۔ ایسے ہی جیسے افلاطون توحید پرست سقراط کا شاگرد اور فہم و فراست کا خود ایک استاد ہوتے ہوئے آخر ایسا بھٹکا کہ ایک بت کے سامنے مرغ کی قربانی پیش کر دی۔ یہاں برٹرانڈرسل نے بھی عام انسانیت کو ایک قوم کی بھینٹ چڑھا دیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء اس دنیا میں نہ کسی قوم کی آمریت کو چاہتی ہے اور نہ انسانوں کو بالکل آزاد چھوڑنا پسند کرتی ہے۔ اس لئے جب انسانی قوانین قدرت کے قوانین کے ساتھ مطابقت نہ رکھیں جو احسن الخالقین بدیع السموات والارض کی فعلی شہادت کا درجہ رکھتے ہیں۔ تو نظام عالم کو درہم برہم ہونے سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی قولی شہادت یعنی قانون شریعت کے ذریعہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو قانون قدرت کو سمجھانے کا نظام بھی قائم کیا ہے۔ چنانچہ ایسے بھی فلسفی ہیں جنہوں نے اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ یورپ میں سترھویں صدی کے ڈچ فلسفی گرڈیس کو جو قدرت کے قانون کے

---

[1] قرآن مجید آل عمران آیت ۱۶۰

[2] برٹرانڈرسل power ناشر George Allen & Unwin 1949 p. 25

نہ بنائے جائیں ان کو ختم کرنے کا جواز یوں پیش کیا۔

"قانونِ قدرت درحقیقت ادراکِ صحیحہ کا عملی نفاذ ہے۔ جو کسی فعل کے مجرد عقل کے ساتھ مطابقت یا نا مطابقت کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے خلق حسنہ یا خلق سیئہ ہونے کا تعین کرتی ہے۔ اور اس کے تقابل کے ذریعہ اس امر کی نشاندہی ہو جاتی ہے کہ کوئی فعل فاطر السموات والارض کے اوامر میں داخل ہے یا نواہی کے زمرہ میں آتا ہے...... اور اس نشاندہی کی بدولت قانونِ قدرت نہ صرف قانونِ انسانی سے نمایاں طور پر علیحدہ نظر آتا ہے بلکہ روحانی قانون سے بھی اس کی تمیز ہو جاتی ہے کیونکہ روحانی قانون اوامر و نواہی کی تعلیم اس لئے نہیں دیتا کہ وہ اپنی ذات میں کئے جانے یا نہ کئے جانے کی خاصیت رکھتے ہیں بلکہ ان کی حرمت اور حلت اس کے ہی حکم امتناعی اور اجازت پر منحصر ہے..... پس اگر خداوند تعالیٰ کسی کو قتل کئے جانے کا حکم صادر فرمائے یا اس کو اس کے اموال سے بے دخل کرنے کی اجازت دے دے۔ تو ایسے احکام کو ہرگز قتل عمد یا لوٹ مار سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا جو جرائم کی لغت کے الفاظ ہیں [۱]

یہاں گروٹیئس (Grotious) کی ڈیوائن لا روحانی قانون سے مراد توریت اور انجیل ہیں۔ جن سے اس نے طاقت کے استعمال کا جواز نکالا ہے۔ بہرحال اس کی یہ خواہش کہ وہ انجیل سے ظلم کو مٹانے کی مناسب تعلیم نکال سکے لاحاصل ہے۔ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کہہ دیا کہ ظالم باغبانوں کو سزا اب وہی دے گا جو باپ یعنی خدا کا مظہر ہو گا۔ کیونکہ وہ خود تو روحانی ارتقا میں بیٹے کی تمثیل میں آتے۔ جس کو خدا نے اپنی حکمت سے وہ طاقت ہی نہ دی جس سے ظلم کا مقابلہ کیا جاتا۔ اس لئے ان کی زندگی کا نمونہ اس مسئلہ کو کیسے بخوبی حل کر سکتا ہے۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ وہ اللہ کے نبی تھے اور اللہ ہر نبی کو اس کے وقت کے تقاضوں کے مطابق تعلیم دیتا ہے۔ لیکن وہ کسی بنیادی حقیقت کے خلاف کوئی بات نہیں کہتے۔ چنانچہ اگر ایک طرف حضرت مسیح علیہ السلام کو مقدرت نہیں ملی۔ کہ دشمنوں کا مقابلہ طاقت کے ساتھ کرتے تو دوسری طرف اصولی طور پر انہوں نے بتا دیا کہ سزا دینا بھی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ یہ حق دے گا تو اس پر یہ ذمہ داری بھی ڈالی دے گا۔

گویا وہ سزا دینے کے یا طاقت کے استعمال کے خلاف نہیں۔ بلکہ جو اس مقام پر ہونے کا دعوےٰ کرے اس کی صداقت کا اصول انہوں نے ضرور بتا دیا۔ کیونکہ عام طور پر انصاف کے نام پر بھی ظلم کیا جاتا ہے۔ جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ برٹرانڈ رسل جب روحانی ہدایت سے بکلی محروم ہو کر اس مسئلہ پر غور کرتا ہے تو ایک قوم کی

---

[۱] گروٹیئس The Law of War and Peace. P. 91-21-22

آمریت کی بات کرتا ہے۔ مگر مالک حقیقی احسن الخالقین اللہ تبارک تعالےٰ نے جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا کہا یعنی اجازت دی جاتی ہے ان لوگوں کو جنگ کرنے کی جن پر پہلے لڑائی کی غرض سے حملہ کیا گیا۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا تھا۔ تو ساتھ ہی کتنی بڑی ذمہ داری آپ پر اور آپ کی امت پر ڈال دی۔ جو کہ عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ
وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ
اللّٰهِ كَثِيْرًا ۔

اگر اللہ بعض کو بعض کے ذریعہ یعنی ظالموں کے خلاف مظلوموں کو اجازت دے کر شرارت سے باز نہ رکھے۔ تو گرجے یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے برباد کر دی جائیں۔

اس حکم میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو بتا دیا کہ تم ان دفاعی جنگوں کے ذریعہ اپنی آمریت نہیں، بلکہ ضمیر کی آزادی دنیا میں قائم کرو گے۔ جس سے تمام مذاہب متمتع ہوں گے۔ اور یہ کام اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے سے ہوگا جس کے نتیجہ میں نیکیاں پھیلیں گی اور بدیاں مٹیں گی کیوں؟ اس لئے کہ

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ
اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ
اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ
وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ؎

ہمارا نبی اور اس کے اصحاب وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں طاقت بخش دیں۔ تو وہ نمازوں کو قائم کریں گے۔ اور زکوٰۃ دیں گے (یعنی اپنے کو عاجز بندہ ہونے کا اقرار کرتے ہوئے انسانوں کو ان کے حقوق دیں گے) اور سب کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔ (یعنی اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ان کا انجام بھی نیک نہ ہوگا)

گویا یہ عجیب مذہبی جنگ ہے جس کے ذریعہ دوسرے مذہبوں کو بھی بقائے باہمی کی ضمانت دی جا رہی ہے۔ پس یہ وہ اخلاق ہیں جن کی ذمہ داری جنگ کی اجازت کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر رکھی جن سے آمریت کی نہیں بلکہ خدمت کی نشان دہی ہوتی ہے۔ چنانچہ حکم دیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ

ؔ قرآن مجید سورہ حج آیت ۴۱

ؔ قرآن مجید سورہ حج آیت ۴۲

لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ [1]

تم بہترین امت ہو اس لئے کہ تم انسانوں کی خدمت پر مامور ہو۔ کہ نیکیوں کو پھیلاؤ اور بدیوں کو دور کرو۔

ایسی ذمہ داری کے ساتھ ملک گیری یا مال جمع کرنے کی ہوس کیسے ہو سکتی تھی، اسی لئے نہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کو خیبر پر نہ ان کا دل جیتے اپنی نظریاتی مملکت قائم کرنے کا خیال تھا۔ اور نہ آپ کے صحابہ کی جماعت ہٹلر کی گسٹاپو یا براؤن شرٹ تھی۔ اور نہ مسولینی کی فاشسٹ بلیک شرٹ اور نہ وہ کوئی ریڈ آرمی تھی بلکہ یہ تو عباد الرحمٰن تھے۔ جن کی تصویر یوں بیان ہوئی۔

يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا ۔
وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ
قَالُوْا سَلٰمًا [2]

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین میں آرام سے چلتے ہیں (تکبر اور بڑائی کا اظہار نہیں کرتے) جب جاہل ان سے لڑائی کی غرض سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ ان سے لڑتے نہیں بلکہ کہتے ہیں ہم تو امن پسند ہیں اور تمہارے لئے بھی سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ

مصنفہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب

اسلام کے معاشرتی عدل اور مساوات کا تصور اور اس بارہ میں قرآن کریم کی تعلیمات۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عمل خوبصورت اور دل نشین انداز میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اسلام کا پیش کردہ یہ بنیادی اخلاقی ڈھانچہ ایک سوسائٹی میں رنگ، نسل، قومیت، خاندان، دولت مند اور غریب کا طبقاتی فرق مٹا کر معاشرہ کو ایک مثالی جنتی زندگی کا نمونہ بنا دیتا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ جماعت کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے بہت ضروری ہے۔

قیمت ۔ پانچ روپے ۵/- روپے

---

[1] قرآن مجید۔ آل عمران آیت ۱۱۱

[2] قرآن مجید فرقان آیت ۶۴

مکرم عبد الحمید صاحب آصف ایم۔اے

انواع حافظ برخوردار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب "تحفہ گولڑویہ" میں لکھا ہے کہ

"انواع حافظ برخوردار ساکن موضع جلنی فیصاں ضلع سیالکوٹ میں جس کی پنجاب میں بڑی قبولیت ہے ایک ہندی شعر ہے۔ جس میں صاف اور صریح طور پر اس بات کا بیان ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ہوگا اور وہ یہ ہے کہ سے

پچھے اک ہزار دے گزرے ترے سو سال
عیسیٰ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال

... حافظ صاحب مرحوم سے جو عالم حدیث اور فقہ ہیں اور تمام پنجاب میں بڑی شہرت رکھتے ہیں اور پنجاب میں اپنے زمانہ میں اوّل درجہ کے فقیہہ مانے گئے ہیں اور لوگ ان کو اہل اللہ میں سے شمار کرتے ہیں۔ اور متقی اور راستگو سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ علماء میں وہ خاص عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ کیسے انہوں نے صاف طور پر فرمادیا کہ چودھویں صدی کے سر پر عیسیٰ ظاہر ہوگا... کیا ممکن تھا کہ حافظ برخوردار صاحب باوجود اس قدر وقعت اور شان اپنی کے جھوٹ بولتے۔ اور اگر جھوٹ بولتے۔ اور اس قول کا کوئی حدیث ماخذ ثابت نہ کرتے۔ تو کیوں علماء امت ان کا پیچھا چھوڑ دیتے۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۷، تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴۴)

مندرجہ ارشادات میں حضور نے جو شعر درج فرمایا ہے اس کے پیش نظر مجھے اصل کتاب کی تلاش تھی۔ اس غرض کے لئے خاکسار پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں گیا۔ اور وہاں سے جو معلومات مجھے ملیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ انواع حافظ برخوردار میں ۱۹ رسالے شامل ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) شمس العلوم (۲) بحر العلوم (۳) فقہ جمال (۴) مسئلہ بانگ و نکاح۔ (۵) مفتاح المصلی (۶) نجات المسلمین (۷) شرف النکاح (۸) تنبیہہ المفسدین (۹) رسالہ نماز۔ (۱۰) نہر العلوم (۱۱) رسالہ سایہ اصلی (۱۲) میزان الشریعت (۱۳) مفتاح الفقہ (۱۴) شرح الحمد شریف (۱۵) رسالہ بول نماز (۱۶) رسالہ بے نماز (۱۷) سراج المعاملات (۱۸) شرح خلاصہ کیدانی (۱۹) مفتاح السعادۃ۔

۲۔ حافظ برخوردار کے متعلق میاں محمد بخش صاحب جہلمی اپنی

کتاب سیف الملوک میں لکھتے ہیں :۔ ؎

حافظ برخوردار سنید ابلبل باغ سخن دی
شعر اوہدا جیوں دا نجر دی دیوے باس سجن دی
حافظ برخوردار مصنف گور جتہاں دی چٹھی
ہر ہر بیت اوتہاں دا مٹھا جیوں مصری دی گٹھی

۳۔ انواع کے نام سے پنجابی زبان کے اسلامی ادب میں کئی کتابیں مشہور ہیں۔

ا۔ عبداللہ لاہوری نے ایک فقہ کی کتاب سنہ ۱۰۲۵ھ سے لے کر ۱۰۷۰ھ تک لکھی جس میں فقہ کے بارہ رسالے ہیں۔ اس لئے اس کا نام بارہ انواع مشہور ہوگیا۔ یہ کتاب چھپی ہوئی ہے اور مل سکتی ہے۔

ب۔ انواع بارک اللہ اور انواع محمدی دو مشہور کتابیں حافظ محمد لکھو کے ضلع فیروز پور کی لکھی ہوئی ہیں شائع شدہ ہیں۔ حافظ محمد صاحب وہی ہیں جن کی کتاب احوال الآخرۃ میں یہ شعر درج ہے۔ ؎

تیرھویں جن ستیویں سورج گرہن ہوسی اس سالے
اندر ماہ رمضانے لکھیا اک روایت والے

۴۔ حافظ برخوردار صاحب نے انواع کے رسالہ بحر العلوم میں اس کتاب کا سن تصنیف درج کیا ہے۔

یاراں سے تے سال چھیتر گزرے ہجرت بجہ
تاں تسبیح مرتب ہوئی نعل وجواہر کجہ

یعنی یہ کتاب سنہ ۱۱۷۶ھ میں لکھی گئی۔

۵۔ انواع حافظ برخوردار کے ۱۹ رسالوں میں سے اب تک صرف ۳ رسالے شائع ہوئے ہیں۔

۱۔ نجات المسلمین۔ ۲۔ رسالہ سایہ اصل ۳۔ پول نامہ

۶۔ حافظ برخوردار کے نام سے پنجاب میں آٹھ شخص معروف ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور دو ہیں

ا۔ حافظ برخوردار مسلمانی والے۔ یہ حافظ صاحب قصبہ مسلمانی چیمہ چٹھہ ضلع لاہور کے رہنے والے تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش سنہ ۱۰۳۰ھ بتائی جاتی ہے۔ ان کی تین مشہور کتابیں ہیں۔

فرائض وراثہ۔ قصہ یوسف زلیخا۔ مرزا صاحباں

ب۔ حافظ برخوردار تخت ہزارے والے۔ یہ حافظ صاحب برخوردار مسلمانی والے سے ایک سو سال بعد ہوئے ہیں۔ آپ تخت ہزارہ تحصیل بھلوال ضلع سرگودہا میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے سیالکوٹ چلے گئے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ رسول نگر رہے۔ اور اس کے بعد چٹی شیخاں میں جو سیالکوٹ کے قریب ہے انہوں نے وفات پائی۔

۷۔ انواع کے علاوہ انہوں نے گیارہ کتابیں اور لکھی تھیں جو ایک مجموعے کی صورت میں اس وقت (بقول پروفیسر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری کے) جناب قاضی عبد العزیز صاحب مالک جدید کتب خانہ گجرات کے پاس موجود ہیں۔ ان رسالوں میں سے ایک رسالہ شرح گنج العرش میں وہ سن تصنیف لکھتے ہیں کہ

یاراں سے تے نوے گزرے سن ہجری تد سالے
سبھ رسول نگر وچہ لکھے حافظ برخوردارے

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۹۰ھ میں حافظ صاحب رسول نگر میں تھے۔ اس کے بعد وہ چٹی شیخاں میں گئے اور وہاں ہی فوت ہوئے۔

۸۔ مختصر یہ کہ انواع حافظ برخوردار ۱۱۷۶ھ میں لکھی گئی۔ اور دعا گنج العرش ۱۱۹۰ھ میں

۹۔ اس کتاب کو لکھے ہوئے آج ۲۲۳ برس گزر چکے ہیں۔ اور ابھی تک یہ قلمی چلی آرہی ہے۔ او رمکمل شکل میں طبع نہیں ہوئی۔ صرف تین رسالے نجات المسلمین۔ رسالہ سایہ اور جوہل نماز شائع ہوئے ہیں۔

حافظ برخودار کی کتاب انواع کا ایک قلمی نسخہ جناب پروفیسر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری کے پاس موجود ہے۔ یہ نسخہ آج سے ایک سو چھبیس سال پہلے ۱۲۷۰ھ ہجری مطابق ۱۸۵۳ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالےٰ کے خاص فضل سے ایک قلمی نسخہ مجھے بھی ملا ہے۔ اس پر کتابت کی تاریخ تو درج نہیں۔ لیکن دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی خاصہ پرانا ہے انواع کے ان دونوں نسخوں میں ان کے رسالہ خمس العلوم میں جو قرب قیامت کی علامات پر مشتمل ہے۔ یہ شعر درج ہے۔

پچھے ایک ہزار تئیں تے سو گزرن سال
حضرت مہدی ظاہر ہوسی کرسی عدل کمال

کہ تیرہ سو سال گزرنے کے بعد مہدی علیہ السلام ظاہر ہو کر دنیا میں کمال عدل قائم فرمائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحفہ گولڑویہ میں حافظ برخوردار کا جو شعر نقل فرمایا ہے اس کے الفاظ میں معمولی فرق کے علاوہ مہدی کی بجائے عیسےٰ کا ذکر ہے ممکن ہے کہ کسی نسخہ میں ایسا بھی لکھا ہو۔ تاہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث لا مھدی الا عیسیٰ کی رو سے مہدی اور عیسےٰ ایک ہی وجود کے دو مختلف نام ہیں۔ اور واقعاتی شہادت نے حافظ برخوردار علیہ الرحمۃ کے اس شعر کو صحیح ثابت کیا ہے۔ الحمد للہ

چشم مسلم مہدیٔ معہود کی کر جستجو
ڈھونڈ اس کو قریہ قریہ ڈھونڈ اسکو کو بکو
ذرہ ذرہ اس زمیں کا شاہد موجود ہے
آج پڑھ "انواع حافظ" گرم ہو تیرا لہو
پھر گلستانِ محمدؐ میں صبا چلنے لگی
دینِ حق بڑھنے لگا ایسی ہوا چلنے لگی

آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا ان لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اس کی چھوڑ دو اور اس کے فرائض میں سستی نہ کرو اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی راہِ نجات ہے۔"

(کشتی نوح)

نزولِ مسیح اور ظہور امام مہدی

کے متعلق

حضرت محی الدین ابن عربی کی تصریحات

[حضرت محی الدین ابن عربی امتِ محمدیہ کے کبار صوفیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سنہ ۱۱۶۵ء میں ہسپانیہ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۴۰ء میں دمشق میں وفات پائی۔ آپ قرآن کریم اور علوم دینیہ کے متبحر عالم ہونے کے علاوہ صاحبِ کشف بزرگ تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ امتِ محمدیہ میں امام مہدی ظہور فرمائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ نے ان پیشگوئیوں کو جس رنگ میں سمجھا۔ اور جس رنگ میں بیان فرمایا ہے، اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گو پیشگوئیوں کے وقوع سے پہلے ان کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا تاہم ابن عربی اپنے علم لدنی کی بناء پر حقیقت کے بہت قریب پہنچے ہیں۔ ذیل میں انکی تفسیر سے اس سلسلہ میں کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں]

نزولِ عیسیٰ کی حقیقت

سورۃ الزخرف کی آیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

(وانہ علم للساعۃ) ای ان عیسیٰ علیہ السلام مما یعلم بہ القیامۃ الکبریٰ وذالک ان نزولہ من اشراط الساعۃ قیل فی الحدیث ینزل علیٰ ثنیۃ من الارض المقدسۃ اسمہا افیق وبیدہ حربۃ یقتل بہا الدجال ویکسر الصلیب ویہدم البیع والکنائس ویدخل بیت المقدس والناس فی صلوٰۃ الصبح فیتاخر الامام فیقدمہ عیسیٰ علیہ السلام ویصلی خلفہ علیٰ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ فالثنیۃ المسماۃ افیق اشارۃ الی مظہرہ الذی یتجسد فیہ والارض المقدسۃ الی المادۃ الطاہرۃ التی یتکون منہا جسدہ والحربۃ

اشارة الى صورة القدرة والشوكة التى تظهر فيها وقتل الدجال بها اشارة الى غلبته على المتغلب المضل الذى يخرج فى زمانه وكسر الصليب وهدم البيع والكنائس اشارة الى رفعه للاديان المختلفة ودخوله بيت المقدس اشارة الى وصوله الى مقام الولاية الذاتية فى الحضرة الالٰهية الذى هو مقام القطب وكون الناس فى صلاة الصبح اشارة الى اتفاق المحمديين على الاستقامة فى التوحيد عند طلوع الصبح يوم القيامة الكبرىٰ بظهور نور شمس الوحدة وتاخر الامام اشارة الى شعور القائم بالدين المحمدى فى وقته بتقدمه على الكل فى الرتبة لمكان قطبيته وتقدم عيسىٰ عليه السلام اياه واقتداءه به على الشريعة المحمدية اشارة الى متابعته للملة المصطفوية وعدم تغييره للشرائع وان كان يعلمهم التوحيد العيانى ويعرفهم احوال القيامة الكبرىٰ وطلوع الوجه الباقى هذا اذ كان المهدى عيسىٰ ابن مريم على ما روى فى الحديث لا المهدى الا عيسىٰ بن مريم وان كان المهدى غيره فدخوله بيت المقدس وصوله الى محل المشاهدة دون مقام القطب والامام الذى يتاخر هو المهدى وانما يتاخر مع كونه قطب الوقت مراعاة لادب صاحب الولاية مع صاحب النبوة وتقديم عيسىٰ عليه السلام اياه لعلمه بتقدمه فى نفس الامر لمكان قطبيته وصلاته خلفه على الشريعة المحمدية اقتداءه به تحقيقا للاستفاضة منه ظاهراً او باطناً والله اعلم

(تفسیر محی الدین ابن عربی جلد دوم صفحہ ۱۱۲/ ۱۱۳)

سورہ زخرف کی آیت ۶۲ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ جس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور سے قیامت کبریٰ کا علم ہوگا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کا نزول قیامت کی علامات میں سے ہے چنانچہ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ وہ

ارض مقدس کی افیق نامی گھاٹی میں اتریں گے۔ اور آپ کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہوگا جس سے آپ دجال کو قتل کریں گے۔ نیز آپ صلیب توڑینگے اور گرجے اور خانقاہیں منہدم فرمائینگے اور جب بیت المقدس میں داخل ہونگے تو لوگ صبح کی نماز میں ہوں گے۔ امام پیچھے آنا چاہیں گے۔ لیکن عیسٰے علیہ السلام ان کو آگے کریں گے۔ اور ان کے پیچھے دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق نماز ادا کریں گے۔

افیق نام کی گھاٹی میں عیسٰے علیہ السلام کے اس مظہر کی طرف اشارہ ہے۔ جس کے وجود میں آپ کی روحانیت ظاہر ہوگی[۱]

ارض مقدسہ سے وہ پاک اور مقدس مادہ مراد ہے جس سے اس موعود کا وجود بنا ہوگا۔ الحربۃ یعنی برچھے سے وہ صورت مراد ہے۔ جس میں قدرت اور شوکت ظاہر ہوگی اور اس حربہ کے ذریعہ قتل دجال سے مراد یہ ہے کہ اس کے زمانہ میں گمراہی پھیلانے والی جو زبردست غالب آنے والی قوت ظاہر ہوگی۔ اس پر مسیح موعود غلبہ حاصل کرلیں گے۔ کسر صلیب اور گرجوں اور خانقاہوں کے انہدام میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ (اسلام کے مقابل) دیگر ادیان کو شکست دینگے۔

بیت المقدس میں داخل ہونے سے اس طرف اشارہ ہے۔ کہ مسیح موعود خداتعالےٰ کی جناب میں ولایت ذاتیہ یعنی قطبیت کا مقام حاصل کرلیں گے۔ لوگوں کے صبح کی نماز میں مصروف ہونے سے مراد یہ ہے یہ زمانہ جو قیامت کبریٰ کی صبح کے مترادف ہے۔ یعنی قرب قیامت کا زمانہ۔ اس میں وہ حضرت کے آفتاب کے ظہور سے پہلے محمدی توحید پر متفق ہوں گے۔ امام کے پیچھے ہٹنے میں امام مہدی کے اس شعور کی طرف اشارہ ہے جو اسے دین محمدی کے متعلق حاصل ہوگا۔ کیونکہ مقام قطبیت پر فائز ہونے کی وجہ سے وہ تمام سے رتبہ میں آگے ہونگے۔ عیسٰی علیہ السلام کا مہدی کو آگے کرنے اور شریعت محمدیہ پر اس کی اقتداء کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ موعود عیسٰے ملت مصطفویہ کی متابعت کریں گے اور شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں کریں گے۔ البتہ وہ مخلوق کو توحید حقیقی سکھائیں گے۔

---

[۱] اَفیق کے معنی لغت عربی میں ایسے شخص کے ہیں جو کرامت اور علم میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہو۔ گویا عیسٰے علیہ السلام کا مظہر صاحب علم و شرف ہوگا۔ ناقل

اور قیامتِ کبریٰ کے احوال اور خدا
کے جلال کے ظاہر ہونے کی پہچان کرائینگے
یہ ساری تعبیرات اس صورت میں ہیں
جب مہدی اور عیسےٰ بن مریم ایک ہی
وجود ہوں بمطابق حدیث لاالمہدی
الاّ عیسیٰ بن مریم کہ مہدی ہی
عیسےٰ بن مریم ہوں گے۔ بصورت دیگر
اگر مہدی عیسےٰ بن مریم سے علیحدہ شخصیت
ہوں تو عیسےٰ کے بیت المقدس میں داخل
ہونے سے مراد یہ ہوگی کہ وہ مشاہدہ
کے مقام تک پہنچیں گے نہ کہ قطبیت کے
مقام تک۔ اور جو امام پیچھے آنے کی
کوشش کرے گا۔ وہ مہدی ہوگا جو
باوجود قطبِ وقت ہونے کے محض حُبّ
ولایت وصاحب نبوت عیسیٰ علیہ السلام کے ادب کے
خاطر ایسا کرینگے اور عیسیٰ علیہ السلام کا امام مہدی کو
آگے کرنا اس وجہ سے ہوگا کہ انہیں علم ہوگا کہ مہدی
بوجہ قطب ہونے کے نفس الامر میں
ان سے رتبہ میں آگے ہیں۔ اور پھر
ان کے پیچھے شریعت محمدیہ کے مطابق
نماز پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ
حقیقتاً مہدی کی اقتدا کریں گے۔
کیونکہ وہ ظاہری اور باطنی طور پر مہدی
سے استفادہ کریں گے۔ واللہ
اعلم۔

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام

زیرِ آیت اِنْ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ
اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ (النساء: ۱۶۰) عیسے
علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں۔
وَجَبَ نُزُوْلُہٗ فِیْ اٰخِرِ
الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِہٖ بِبَدَنٍ
اٰخَرَ۔
(تفسیر ابن عربی جلد اوّل ص۸۲)
کہ آخری زمانہ میں آپ کا نزول ایک
دوسرے جسم سے متعلق ہوگا۔

مقامِ محمود کا اتمام ظہور مہدی سے ہوگا۔

آیت عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا
مَّحْمُوْدًا ۔ کی تفسیر میں فرماتے
ہیں:-

ای فی مقام یجب علی الکل
حمدہ وھو مقام ختم الولایۃ
بظھور المھدی فان خاتم
النبوۃ فی مقام محمود من
وجہ ھو جھۃ کونہ خاتم
النبوۃ غیر محمود من وجہ
ھو جھۃ ختم الولایۃ فھو
من ھذا الوجہ فی مقام الحامدیۃ
فاذا اتم ختم الولایۃ یکون فی

مقام محمود من کل وجہ۔

(تفسیر ابن عربی جلد اول ۱۹۱)

مقام محمود سے مراد ایسا مقام ہے جس کی حمد کرنا تمام پر لازم ہوگی۔ اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام ختم الولایت ہے جو مہدی کی بعثت سے واضح ہوگا۔ کیونکہ خاتم النبوۃ بحیثیت خاتم النبوۃ تو مقام محمود میں ہے۔ لیکن ختم الولایت کی جہت سے مقام محمود میں نہیں بلکہ مقام حامدیت میں ہے۔ لیکن جب مہدی کے ظہور سے ختم الولایت کامل ہو جائے گی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام حیثیتوں میں مقام محمود میں داخل ہوں گے۔

مہدی کا ظہور اچانک ہوگا۔

سورہ زخرف کی آیت ھل ینظرون الا الساعۃ ان تاتیھم بغتۃ" وھم لا یشعرون کا مفہوم یہ ہے۔

ای ظھور المھدی دفعۃ"
وھم غافلون عنہ۔

(تفسیر ابن عربی جلد دوم ۱۱۳)

کہ مہدی کا ظہور دفعۃً ہوگا جبکہ وہ اس کے ظہور سے غافل ہوں گے۔

تاریخ مجلس انصار اللہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالے نے جماعت کی مؤثر تربیت کے لئے جن ذیلی تنظیموں کا قیام فرمایا تھا ان میں چالیس سال سے اوپر کے احمدیوں کے لئے مجلس انصار اللہ کا قیام عمل میں آیا تھا حال ہی میں مجلس مرکزیہ کی طرف سے اس کی تاریخ مرتب ہو کر شائع کرائی گئی ہے۔ اس میں مجلس کے قیام کے بنیادی مقاصد۔ لائحہ عمل اور گزشتہ چالیس سالوں کی کارکردگی کے اہم زاویوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور انصار اللہ سے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالے کے اہم ارشادات کو شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ تمام اراکین مجلس کے لئے عموماً اور عہدہ داران کے لئے خصوصاً اس کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ وہ مجلس کی روح کو سمجھ کر صحیح خطوط پر کام کر سکیں۔

قیمت ۱۸ روپے۔

مکرم خوند فیاض احمد خان صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے

(4)

یعلمهم الکتاب

اس ضمن میں بھی یہ عاجز سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات کو نقل کرنا ضروری سمجھتا ہے:۔

"خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے، بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اس لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔ کیونکہ کلام الٰہی کے نزول کا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے جس پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ اور تمام مقامات کمال آپ پر ختم ہو چکے تھے۔ اور آپ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر جو قرآن شریف آپ پر نازل ہوا اکمال کو پہنچا ہوا ہے۔ اور جیسے نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے۔ اسی طرح اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے اور آپ خاتم النبیین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔ جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں۔ ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔ یعنی کیا

فصاحت و بلاغت۔ کیا باعتبار ترتیب
مضامین۔ کیا باعتبار تعلیم۔ کیا باعتبار
کمالاتِ تعلیم۔ کیا باعتبار ثمراتِ تعلیم۔ غرض
جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن
شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا
اعجاز ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے
کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی
نظیر نہیں مانگی۔ بلکہ عام طور پر نظیر طلب
کی ہے یعنی جس پہلو سے چاہو مقابلہ
کرو۔ خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت۔
خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد، خواہ بلحاظ
تعلیم۔ خواہ بلحاظ پیشگوئیاں اور غیب
کے جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ غرض
کسی رنگ میں دیکھو یہ معجزہ ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم)

حضورؑ اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔
"تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور
قرآنی ہدایت کے برخلاف ایک قدم
بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں
کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں
سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا
ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ
سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور
کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں
اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم
قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت
ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے
نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مخاطب کر کے
فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ۔
تمام قسم کی بھلائیاں قرآن ہی میں ہیں یہی
بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی
اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری
تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے۔
کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں۔ جو
قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا
مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے
اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے کوئی
کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں نجات
دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا
ہے۔ جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔
میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب
جو تم پر پڑھی گئی۔ اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی
تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت ہدایت
جو تمہیں دی گئی۔ اگر بجائے توریت کے
یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے
قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی
قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری
نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن
نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح
تھی۔ قرآن وہ کتاب جس کے مقابل پر تمام

ہدایتیں ہیچ ہیں۔" (کشتی نوح)

تاریخ اسلام کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں مسیحی منّاد اپنی ظاہری طاقت اور غلبہ کے نشہ میں چور نظر آتے تھے۔ دنیا بھر میں ان کے مشن لاکھوں افراد کو حلقہ بگوشِ تثلیث کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ امریکہ کے مشہور پادری "جان ہنری بیروز" نے یہ بڑ ہانکی تھی کہ:۔

"صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضو افگن ہے۔ تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورت پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ دمشق اور تہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا۔"

اس نے پھر کہا:۔

"وہ تمام ترقی جو عیسائیت کو انیسویں صدی میں نصیب ہوئی وہ بہت سے عیسائیوں کے نزدیک ان فتوحات کی محض ایک خفیف سی جھلک ہے جو عیسائیت کو بیسویں صدی میں ملنے والی ہیں۔" (بیروز لیکچرز)

۱۸۸۸ء میں پنجاب کے انگریز لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایچی سن نے ایک تقریر میں کہا تھا۔

"جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سے چار پانچ گنا زیادہ تیز رفتار سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے۔ اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔"

(Mission By R. Clark
Page 234 مطبوعہ لنڈن)

اس عالم میں جبکہ دنیا بھر میں اور بالخصوص برّ صغیر میں عیسائیت فتح کے ڈنکے بجا رہی تھی۔ اس کے علاوہ برصغیر میں ہندو اور آریہ دھرم کے پرچارک بھی بہت دلیری اور بے باکی کے ساتھ اسلام پر حملہ آور تھے۔ (جس کا ثبوت پنڈت لیکھرام کی تحریر و تقریر سے ملتا ہے) اور مسلمانوں کی یہ حالت کہ سرسید جیسے پڑھے اور مسلمانوں کے قومی نمائندہ سمجھے جانے والے اصحاب بھی مادی فلسفہ سے مرعوب ہو کر اسلام کی نہایت پاکیزہ اور مقدس روحانی تعلیمات کی دور از کار تشریح و تاویل پر مجبور ہو چکے تھے۔ اغیار کی یورشوں اور اسلام کے نام لیواؤں کی بے علمی اور مایوسی کا نقشہ مولانا الطاف حسین حالی کے منظوم کلام میں نظر آتا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں ۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے
فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

(ضمیمہ مسدس حالی)

اس عالم میں مسلمانوں کے لئے بظاہر اس تاریکی اور مایوسی کے دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الٰہی منشاء اور اذن سے غیر مذاہب سے مقابلہ کا بیڑہ اٹھایا۔ اور قرآنی تعلیمات، قرآنی انوار اور قرآنی معجزات کا لوہا منوانے کے لئے آپ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "براہین احمدیہ" شائع فرمائی۔ آپ نے اس کتاب کے ساتھ مبلغ دس ہزار روپے کا انعامی چیلنج بھی شائع فرمایا۔ کہ جو شخص اپنی مذہبی کتاب کی برتری قرآن مجید پر ثابت کر دکھائے گا۔ اور کتاب براہین احمدیہ کا جواب دے گا۔ اس کو یہ انعام پیش کیا جائے گا۔ لیکن کوئی مقابل پر نہ آسکا۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو جماعت اہلحدیث کے اپنے زمانہ کے امام تھے۔ اور بعد میں اول المکفرین بن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف فتوے اور فتنہ کے بانی بنے۔ وہ کتاب "براہین احمدیہ" کی اشاعت پر لکھتے ہیں:۔

"یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۶)

حضورؑ نے جو علم کلام اور جو لٹریچر مخالفین اسلام کے مقابل، اسلام اور قرآن مجید کی فضیلت اور بزرگی اور صداقت کے اظہار کے لئے شائع فرمایا۔ اس کی بے پناہ افادیت کا اعتراف بیگانے بھی کئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ حضور کی وفات پر اخبار "کرزن گزٹ" نے لکھا:۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے بالکل مناظرے کا رنگ ہی بدل دیا۔ اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے، بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا

جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے
مذاہب کے ردّ میں لکھی گئی ہیں اور جیسے
دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے
گئے ہیں۔ آج تک معقولیت سے ان کا
جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا۔"
(اشاعت یکم جون ۱۹۰۸ء)

اور پھر قرآن مجید کی صداقت اور فضیلت کے اظہار
اور قرآنی تعلیمات کی اشاعت کا کام خدا کے فضل سے
حضورؑ کی وفات کے بعد حضور کے خلفاء راشدین کی
زیر نگرانی ہمیشہ جاری رہا۔ آج بھی جاری ہے۔ اور انشاء اللہ
قیامت تک جاری رہے گا چنانچہ اس وقت تک جماعت
احمدیہ کے ذریعہ دنیا میں انگریزی ترجمہ و تفسیر القرآن کی
اشاعت کے علاوہ سواحیلی زبان۔ جرمن زبان۔ ڈچ زبان
فرانسیسی زبان۔ اطالوی اور لوگنڈا (یعنی یوگنڈا کی) زبان
میں قرآن مجید کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ
روسی۔ پرتگالی اور اسپین کی زبانوں کے تراجم بھی تیار
ہیں۔

نیز حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ
کے زیر ارشاد اور زیر نگرانی "نصرت جہاں آگے بڑھو" سکیم
کے ماتحت تمام دنیا میں ہر پڑھے لکھے خاندان تک قرآن مجید
مترجم کا نسخہ پہنچانے کے خاص پروگرام پر عمل شروع ہو چکا
ہے۔ اور کئی ملکوں میں بڑے بڑے ہوٹلوں کے ہر کمرے
میں قرآن مجید مترجم کے نسخے رکھوائے گئے ہیں
علاوہ ازیں ایسے ممالک اور علاقے جہاں مذہبی
تبلیغ کی ممانعت ہے۔ وہاں کے لئے خلافت احمدیت کی
برکت سے اسلام کی تبلیغ اور قرآنی علوم کی اشاعت
کے اسباب مہیا ہو رہے ہیں۔ اس ضمن میں یہ عاجز
یوگوسلاویہ کے بارہ میں ایک خبر کا حوالہ دینا ضروری
سمجھتا ہے۔

اس خبر کا عنوان ہے:۔

"Yogoslavia Brands Religion as dangerous domestic foe"

کہ یوگوسلاویہ میں مذہب کو ایک خطرناک
اندرونی دشمن قرار دے دیا گیا ہے۔

اس کے بعد لکھا ہے:۔

"organised religon has been branded by Yogoslav Communist leaders as a dangerous domestic enemy and strict new laws governing church activity are expected to come in to force before the end of the year.

Activity by christian and Muslim leaders, some of them abroad, have been under attack

by the government controlled press as improper. Speeches by government and party leaders have assumed the same tone toward religion".

آخر میں لکھا ہے۔

" In general, the new laws would curb or entirely prohibit any public activity by church functionaries off church premises."

(بحوالہ روزنامہ Sun ۳۱ دسمبر ۱۹۷۵ء)

یوگوسلاویہ کے اشتراکی راہ نماؤں نے مذہبی تنظیموں کو خطرناک اندرونی دشمن قرار دے دیا ہے۔ اور سال رواں کے اختتام تک چرچ کے خلاف سخت اقدام کئے جانے کی امید ہے۔ سرکاری پریس اور سرکاری اور کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر عیسائی اور مسلمان مذہبی لیڈروں کی سرگرمیوں کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔ عام طور پر نئے قوانین کے ماتحت مذہبی کارکنوں کی پبلک سرگرمیوں کو ختم کر دیا جائے گا۔ اور انہیں چرچ کی حدود سے باہر جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

لیکن یہ کس قدر ایمان افروز نظارہ ہے کہ ایک طرف تو یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی اور کمیونسٹ حکومت اپنے ملک میں مذہب کو خطرناک دشمن کہہ کر مذہب کی تبلیغ و اشاعت کو ممنوع قرار دینے کا قانون بنانے میں کوشاں ہے۔ دوسری طرف خدا تعالیٰ نے یوگوسلاویہ کے سعید الفطرت انسانوں کو درجنوں کی تعداد میں مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفۂ ثالث کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی توفیق بخشتا ہے۔ چنانچہ اواخر ستمبر ۱۹۷۵ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ سویڈن کے شہر گوٹن برگ میں مسجد کی بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو وہاں ان یوگوسلاوی خوش قسمت افراد کو قبولِ اسلام کی توفیق ملی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:۔

"مختلف زبانیں جاننے والے گروہ اور جماعتیں اور ملک ہم سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ احمدیت یعنی صحیح 'سچے اور حقیقی اسلام کی جو تعلیم ہے' اس کے متعلق بھی ہمیں ہماری زبان میں لٹریچر چھپا کیا جائے۔ آپ کو یہ علم ہے کہ جب میں گوٹن برگ کی مسجد کی بنیاد رکھنے گیا تو

گوٹن برگ میں ۱۴ یوگوسلاوی احمدی ہوئے
اور اس کے بعد ایک اور مقام پر
پہلے سات اور پھر دو اور پھر چار احمدی
ہوئے یعنی وہاں تیرہ مزید احمدی ہو چکے
ہیں۔ اور ایک رَو جاری ہے۔ وہ لوگ
یہ کہتے ہیں کہ ...... اسلام کی
اور قرآن عظیم کی وہ کونسی حسین تعلیم ہے
جو آج کے مسائل کو حل کرنے والی ہے
اس کے متعلق ہمیں لٹریچر دو۔ اس کے
متعلق ہمیں قرآن عظیم کی نئی تفسیر نئے
معانی پر مشتمل تفسیر دو ...... غرض اب
اس علاقہ سے مطالبہ ہو گیا ہے کہ ہمیں
یوگوسلاو زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ
تفسیری نوٹوں کے ساتھ دو ہمیں اسلام
کی حسین تعلیم کے متعلق کتب اور رسائل
دو۔ ہمیں یہ دو ہمیں وہ دو۔ ان کا مطالبہ
درست ہے اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان
کو یہ چیز دیں۔"

(الفضل ۱۸ فروری ۱۹۷۶ء)

آج یوگوسلاویہ مذہب پر پابندی لگانے کا
قانون بنا رہا ہے۔ دنیا کی کوئی اور شخصیت یا حکومت
اس بارہ میں کچھ نہیں کر سکتی۔ لیکن امام جماعت احمدیہ حضرت
خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالے کے ہاتھ پر بیعت
کر کے یوگوسلاوی افراد قبول اسلام سے مشرف ہو تے ہیں لو
یوگوسلاویہ قوم پر اللہ تعالے راہ ہدایت کے نئے دروازے

حضرت امام جماعت احمدیہ کے ذریعہ کھول دیتا ہے۔ ع

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ امر یہ اعجاز یقیناً اس تقدیر اور مشیت خداوندی
کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آج یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
کا عظیم الشان فریضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت
میں صرف اور صرف مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے
خلفاء کے ذریعہ ہی انجام دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالے

(باقی)

حقیقی راحت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مومن کو حقیقی راحت اور آسائش کے
لئے رو بخدا ہونا چاہیئے۔ جو مومن آسائش
کی زندگی چاہتے ہیں وہ خدا تعالے پر
بھروسہ کریں اور اس کے سوا اور کسی
پر بھروسہ نہ کریں۔"

(ملفوظات جلد ششم ص۳۲۷)

محترم جناب غلام احمد صاحب عطاء قائد ایثار مجلس انصار اللہ مرکزیہ

جنگلات کی اہمیت و افادیت

درخت انسان کے لئے خدا تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں میں سے ایک ہیں اور انسانی زندگی کا ایک جزو لاینفک ہیں کیونکہ انسان اپنی زندگی میں درختوں سے اپنی اکثر ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ ان کی لکڑی عمارات بنانے اور ایندھن کے کام آتی ہے۔ دیگر ضروریات مثلاً کاغذ، چپ بورڈ بیروزہ اور دیگر کیمیاوی اشیاء بھی انسان کو انہیں سے فراہم ہوتی ہیں۔

اس کے علاوہ انسانوں کو اپنے مویشیوں کے لئے ان سے چارہ ملتا ہے۔ درخت کوہساروں میں آب گیر رقبہ کی تنظیم میں مدد دیتے ہیں۔ میدانی علاقوں میں تند و تیز ہواؤں کو روکتے ہیں۔ اور زمین کے کٹاؤ کا سدّباب کرتے ہیں۔

ترقی پذیر ممالک میں ابھی تک لکڑی ہی حرارت حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے تمام ممالک میں عمارتی لکڑی مکانات کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن دنیا کے تمام ممالک میں جیسے جیسے مکانات کی تعمیر کی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے ویسے اس کے مقابل پر اس قسم کی لکڑی کے ذخائر کم ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق ہر سال تقریباً چھ کروڑ ۴۲ لاکھ مزید افراد کو اپنے لئے مکانوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور ان نئے مکانات کے بنانے اور پرانے مکانات کو ٹھیک کرانے کے مسلسل دباؤ کی ضروریات کو پورا کرنے کا جنگلات پر ایک مستقل اور زبردست بوجھ ہے۔ جو موجودہ رقبہ جنگلات کو اس سطح پر قائم نہیں رکھ سکتا۔ تاوقتیکہ بہت بڑے اور منظم طریق پر جنگل لگانے کی مہم جاری نہ کی جائے۔

جنگلات پر ایک تیسرا بڑا دباؤ کاغذ بنانے کی صنعت کی طرف سے بھی پڑ رہا ہے۔ جدید صنعتی اداروں میں جہاں فیکٹریوں اور زرعی فارموں کی نسبت لوگ زیادہ تر دفتروں میں کام کرتے ہیں۔ وہاں کاغذ ہی دفتری امور کو سرانجام دینے کے لئے بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ کیونکہ ہر سطح پر رابطہ کا کام کرتا ہے۔ اور جیسے جیسے پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ کاغذ کا مطالبہ بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ کاغذ کی بعض قسمیں پیکنگ اور دوسرے کاموں میں استعمال ہوتی ہیں۔

مشرق وسطیٰ، شمالی افریقہ، براعظم ایشیا کا زیادہ تر حصہ، جنوبی اور وسطی امریکہ کے اکثر حصے تقریباً درختوں سے خالی ہیں۔ اور ان علاقوں میں لکڑی اور لکڑی سے بنی ہوئی اشیاء نہ صرف مہنگی بلکہ نایاب ہوتی جا رہی ہیں۔ صرف چین اور جنوبی کوریا میں دوبارہ جنگل لگانے

کی جہم نے جنگلات کے ذخائر کی کمی کو دور کرنے میں کچھ کردار ادا کیا ہے۔ لیکن یہ ساری دنیا کی اقوام کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر ناکافی نظر آتی ہے۔

جنگلات کا زرعی معیشت پر اثر

جنگلات زراعت پر بے شمار طریقوں سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ شروع میں بیان کردہ چند فوائد کے علاوہ جنگل آب و ہوا کو مرطوب اور معتدل رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ فصلوں اور باغوں کو گرم اور تیز آندھیوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ باران رحمت کو جوش میں لاتے ہیں۔ سیم اور تھور کے انسداد کے لئے جو کام ٹیوب ویل کرتے ہیں وہی کام ان کی نسبت بہتر طریق پر درخت سرانجام دیتے ہیں اور ساتھ ساتھ زمین کو زرخیز بھی بناتے ہیں۔ درخت سبز چارے کا کام بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح ان کے بے شمار طبی فوائد بھی ہیں۔

درختوں کے ان گوناگوں فوائد کے پیش نظر اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ مفید درخت لگائے جائیں تاکہ ہمارے ملک میں جنگلات کی کمی دور ہو سکے۔ اور زرعی معیشت کو استحکام ملے۔

ہمارے ملک میں جنگلات کی کمی کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ساری زمین کے صرف ۳½ فیصد رقبہ پر جنگلات پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ماہرین کے خیال میں کسی بھی جغرافیائی خطے کی نباتات میں فطری توازن اور زرعی معیشت کو برقرار رکھنے کے لئے ۲۵ فیصد رقبہ جنگلات کے تحت ہونا چاہیئے۔ پاکستان چونکہ ایک زرعی ملک ہے۔ اس لئے جنگلات اور شجرکاری کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ گھروں، سڑکوں، نہروں، دریاؤں اور ریلوے لائنوں کے کناروں پر درخت لگائیں۔ اور پھر ان کی باقاعدہ نگہداشت بھی کریں تاکہ یہ صحیح طور پر پروان چڑھیں۔ اور مندرجہ بالا فوائد کے حامل ہوں۔

درخت لگانے کے لئے قلمیں اور پودے

درخت لگانے کے لئے اس بات کا علم ضروری ہے کہ پودے کس شکل میں لگائے جائیں۔ اور یہ بات پودوں کی قسم پر منحصر ہے۔ عام طور پر حسب ذیل طریقوں سے پودے لگائے جاتے ہیں۔

(۱) بیج بونا۔ بعض درخت مثلاً کیکر، بیر، پھلاہی وغیرہ کے بیج بوئے جاتے ہیں۔ اگر زمین میں صحیح نمی ہو۔ تو ان کا اکثر حصہ اگ پڑتا ہے۔ بیج کو کیاریوں، گڑھوں اور ٹیلوں پر بکھیر دیا جاتا ہے۔ اور اسے بونے کے بعد اس پر اس کی موٹائی کے برابر مٹی کی تہہ ڈال دی جاتی ہے۔ اس طریق کاشت میں صرف ایک بڑا نقص پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ بعض اوقات زمین میں کافی نمی نہ ہونے کے سبب بیج نہیں اگتا۔ اور بعض اوقات اگنے کے بعد بھی اگر بارش نہ پڑے۔ تو یہ صحیح نمی نہ ہونے کے سبب بڑھ نہیں پکڑتا۔

۲۔ پودا پودا لگانا۔ وہ پودے جن کی جڑیں بے حد حساس ہوتی ہیں۔ اور معمولی سی ہوا، حرکت، حرارت یا روشنی کی تاب بھی نہیں لاسکتیں۔ ان کو احتیاط سے سالم گاچی یعنی جڑوں کے اردگرد مٹی سمیت اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری

جگہ لگایا جاتا ہے تاکہ ان کی جڑیں ہوا اور روشنی تک سے بھی مجروح نہ ہونے پائیں۔ ان میں آم۔ جامن۔ توت۔ ٹھن یا چربی کے درخت شامل ہیں۔

جڑ اور تنے والی قلمیں لگانا

یہ قلمیں نرسری میں لگے ہوئے ایک سے دو سال تک کے تخمی پودوں سے حاصل کی جاتی ہیں۔ عام طور پر قلم ۳ انچ اور جڑ ۹ انچ ہوتی ہے۔ اور اس کی موٹائی انگوٹھے کے برابر ہوتی ہے۔ شجرکاری کے موسم کے دوران محکمہ جنگلات کی طرف سے عام طور پر ایسی ہی قلمیں تقسیم ہوتی ہیں۔ شیشم، سرس، بکائن اور سنبل وغیرہ کے درخت اسی طرح لگائے جاتے ہیں۔

تازہ نکلی ہوئی شاخوں کی قلمیں لگانا

بعض درختوں کی شاخوں سے ۹-۱۲ انچ لمبی قلمیں کاٹ لی جاتی ہیں۔ جب انہیں زمین میں لگایا جاتا ہے۔ تو یہ جڑ پکڑ لیتی ہیں۔ بعض درختوں مثلاً پاپلر۔ بید، فراش جاپانی توت اور گل نشتر۔ اور اسی طرح بعض خوشنما پودے مثلاً چمبیلی، چنبیلی اور گڑھل اسی طرح لگائے جاتے ہیں۔ انگور اور دوسری بیلیں بھی شاخوں کی قلموں سے لگائی جاتی ہیں۔

جڑوں سے نکلنے والی شاخوں کی قلمیں لگانا

جو ہی، شیشم، پاپلر، روبینیا۔ زیتون اور بہت سے دوسرے درختوں میں جڑوں سے زمین سے باہر نکل آنے کی صورت میں نئی شاخیں نکل آتی ہیں۔ یہ شاخیں کھود کر نکالی جاتی ہیں۔ اور پودے یا قلم کی صورت میں دوسری جگہوں پر لگائی جا سکتی ہیں۔

درخت لگانے کے طریقے

پودے زمین میں مختلف طریقوں سے لگائے جاتے ہیں یہ گاچی سمیت یا گاچی کے بغیر گڑھوں میں لگائے جاتے ہیں۔ اگر پودے چھوٹے ہوں تو کھونٹے سے زمین میں سوراخ کر کے یا کھرپے سے زمین کھود کر لگائے جانے چاہئیں۔

خشک علاقوں میں پودے چھوٹی نالیوں اور زیادہ پانی والی نالیوں پر لگانے چاہئیں۔ دلدلی زمینوں میں پودے ٹیلوں یا اونچی منڈیروں پر لگانے چاہئیں۔

پودے لگانے کا سب سے کامیاب طریقہ گڑھے میں لگانے کا ہے۔ گڑھے اتنے بڑے ہونے چاہئیں کہ ان میں گاچی اچھی طرح آجائے۔ گڑھے کا گھیر گاچی کی موٹائی سے ۶ انچ بڑا ہونا چاہیئے۔

درخت لگانے میں احتیاطی تدابیر

درخت لگانے میں پوری کامیابی حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

۱- پودے حاصل کرنے سے پہلے زمین پوری طرح تیار کر لینی چاہیئے اور گڑھے کھود لینے چاہئیں۔ کیونکہ بہت سے پودے جو راستے میں یا لگانے میں دیر ہو جانے کے باعث سوکھ جانے کا امکان ہے۔

۲- مضبوط اور توانا و تندرست درختوں کو لگانے میں

ترجیح دینی چاہیئے۔ دور دراز سے لائے ہوئے درختوں سے نزدیکی پود گھروں سے حاصل کئے پودے زیادہ کامیاب رہتے ہیں۔ غیر ملکی اقسام کی نسبت دیسی اقسام زیادہ کامیاب رہتی ہیں۔ البتہ جو غیر ملکی اقسام اپنے ہاں کامیاب ہوں وہ لگائی جاسکتی ہیں۔

۳۔ گڑھا اتنا گہرا کھود دینا چاہیئے جس میں پودے کی جڑوں کا جالا آسانی سے سما سکے۔ گڑھے میں کھاد ملی ہوئی مٹی استعمال کی جانی چاہیئے، ریتلی زمین ہونے کی صورت میں چکنی مٹی باہر سے منگوا کر استعمال کی جائے

۴۔ پودے کی گردن یعنی وہ جگہ جہاں جڑ اور تنا آپس میں ملتے ہیں زمین کی سطح کے برابر رہنی چاہیئے۔ یعنی نہ تنا زمین کے اندر جائے اور نہ جڑ زمین کے اوپر آئے

۵۔ ایک گڑھے میں ایک ہی پودا لگایا جائے۔ اور پودے کی حفاظت کے لئے اس کے چاروں طرف سدا بہار جنتر یا لوہر کاشت کر دی جائے۔ اور پودوں کی نگرانی کے لئے اس پر محافظ مقرر کیا جائے۔

۶۔ پودا لگاتے ہی پانی دینا بہت ضروری ہے۔ اور اس کی صحت، تندرستی اور بڑھوتی کے لئے پانی وقتاً فوقتاً دینا ضروری ہے۔

درخت لگانے کا موسم

درخت لگانے کا موسم درخت کی بڑھوتی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ موسم کے لحاظ سے ہر علاقے کے اتار چڑھاؤ مختلف ہوتے ہیں۔ اس سے پتہ چل سکتا ہے کہ کونسا موسم پودے لگانے کے لئے بہتر ہے۔ عام طور پر ہمارے ہاں موسم بہار یعنی فروری مارچ نہایت مناسب رہتا ہے۔ تاہم مارچ سے وسط اپریل تک پودے لگانے میں کوئی ہرج نہیں گو کامیابی کا امکان گرمی کے بڑھنے سے کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سال میں دوسری بار موسم برسات کے شروع ہوتے پر درخت لگائے جاسکتے ہیں۔ اور یہ موسم ستمبر تا وسط اکتوبر تک قائم رہتا ہے

پودوں کو سوکھنے اور محنت کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے گرم اور خشک دنوں میں جبکہ زور کی آندھیاں اور جھکڑ چل رہے ہوں ہرگز نہ لگایا جائے۔

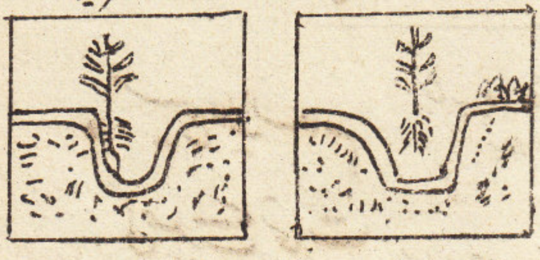
نگہداشت

پودے لگانے کے بعد سب سے زیادہ ضروری امر ان کی نگہداشت کا کام ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ درخت لگانے کے بعد یہ کام ختم ہو جاتا ہے اور یہ کہ پودا خود بخود بغیر نگرانی کے پل کر جوان اور کار آمد درخت بن جاتا ہے۔ پودوں کو ان کے لگانے کے بعد بروقت پانی دینا۔ گھاس پھوس کاٹنے کے بعد گوڈی کرنا۔ پودوں کو وقتاً فوقتاً کھاد دینا اور ڈھور ڈنگروں، بھیڑ بکریوں اور شریر بچوں سے بچانا از حد ضروری ہے

اگر تین چار فٹ اونچے درخت ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ لگائے جائیں تو جب تک ان کی جڑوں کا نیا جالا نہ بن جائے انہیں کھڑا

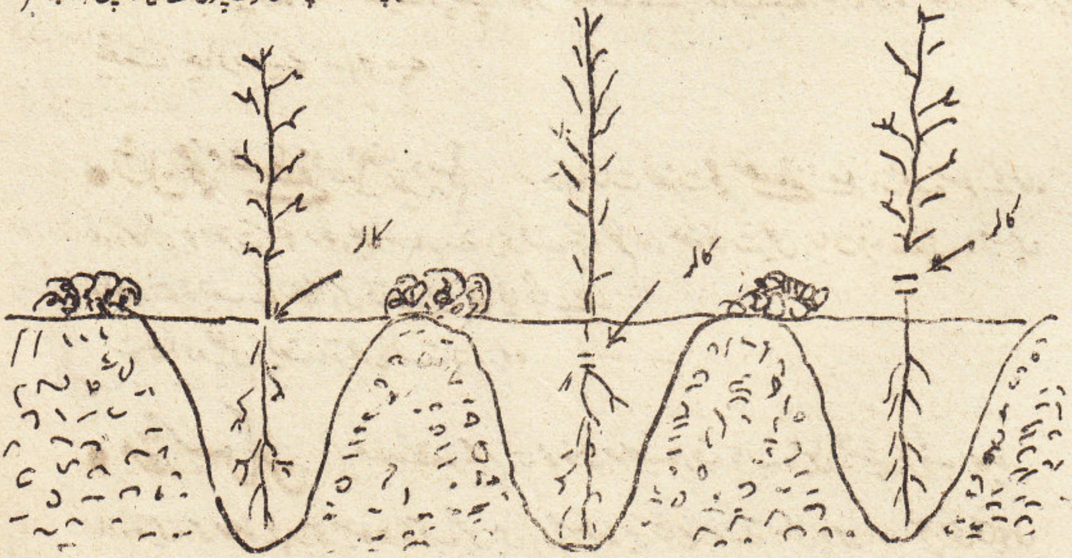
رکھنے کے لئے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ ہوا سے انہیں کوئی گزند نہ پہنچے۔ سہارا لگاتے وقت اس بات کا خیال ہونا چاہئیے کہ سہارے کو ٹھونکتے وقت درخت کی جڑوں کو یا اس کے جالے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کام کے لئے نوکدار لکڑی کے کھونٹے زیادہ مناسب رہتے ہیں

گڑھا بنا کر




اس کے بعد پودے کے چاروں طرف پاؤں سے مٹی کو اچھی طرح دبانا ضروری ہے


کدال کے ساتھ اچھی طرح دبا دینا چاہیئے



"کالر" جہاں جڑ اور تنا ملتے ہیں نہ زمین کے باہر ہونا چاہیئے اور نہ بہت اندر، بس زمین کی سطح کے برابر رکھنا چاہیئے۔

چند نئی تصانیف

• مسیح علیہ السلام کی صلیب سے نجات

جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی انگریزی تصنیف
DELIVERANCE FROM THE CROSS
کا اردو ترجمہ از قلم جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ناظر اشاعت لٹریچر و تصنیف

اس کی کچھ اقساط ماہنامہ انصار اللہ میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ مسیح علیہ السلام کی صلیب سے نجات کے متعلق جماعت کے لٹریچر اور مغربی مصنفین کی تحقیقات کا بہترین خلاصہ۔ دلائل کا انتخاب۔ استدلال کی مضبوطی اور عبارت کی سلاست کتاب کی نمایاں خصوصیات ہیں شائع کردہ نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف

قیمت چار روپے -/۴ روپے

• مسیح کشمیر میں

مصنفہ۔ محترم قریشی محمد اسد اللہ صاحب مربی سلسلہ
نہایت دلچسپ اور معلومات سے پُر کتاب ہے۔ شائع کردہ نظارت اشاعت لٹریچر

قیمت چار روپے -/۴ روپے

• شانِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے محامد اور محاسن جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب نثر و نظم اور ملفوظات میں بیان فرمائے ہیں، انہیں خوبصورت ترتیب کے ساتھ اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے۔

شائع کردہ مجلس تالیف و ترجمہ پاکستان۔ ربوہ

• مقدس کفن

مصنفہ محترم حسن محمد خان صاحب عارف نائب وکیل التبشیر تحریکِ جدید۔

اردو میں اس موضوع پر پہلی مبسوط کتاب جس میں اس سلسلہ میں شائع ہونے والی جرمن اور انگریزی کتابوں کا خلاصہ آ گیا ہے۔

شائع کردہ عارف بُک ڈپو ربوہ قیمت دس روپے -/۱۰ روپے

[illegible]

[illegible]:

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پیشگوئی مصلح موعود

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ھوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کردیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تاحق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ ..... . اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائینگی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ و کان امراً مقضیاً۔“

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)